تذکرۂ اسلاف

از محمد بہاء الحق قاسمی

خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور

DATA ENTERED

عرضِ حال

22683

"تذکرۂ اسلاف" مارچ ۱۹۶۲ء میں پہلی مرتبہ طبع ہوا تھا۔ شائع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں بعض تاریخی غلطیاں موجود ہیں۔ نیز بعد میں چند ایسی تاریخی معلومات بھی حاصل ہوئیں جن کا اس کتاب میں شامل کیا جانا ضروری تھا۔ اس لئے اس کتاب کو دوبارہ طبع کرا کر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں

(۱) غلطیوں کی تصحیح کے سلسلے میں کہیں تو غلطی کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور کہیں نشاندہی کے بغیر فقط تصحیح پر کفایت کی گئی ہے۔

(۲) غیر ضروری عبارات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ "تکملہ" کو بھی کلیتہً حذف کر کے اس کے مندرجات کو اصل کتاب کے مناسب مقامات میں درج کر دیا گیا ہے۔

(۳) بعض مقامات پر اضافہ کیا گیا ہے۔

(۴) حذف و اضافہ کی نشاندہی بھی بجز ایک آدھ مقام کے نہیں کی گئی ہے۔

ان تصرفات کے باوجود بھی اس سلسلہ میں مزید تحقیقات اور تجسس کی گنجائش موجود ہے انسان مہد سے لحد تک طالب علم ہے۔ طلب صادق جاری رہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عاجز بندوں کو نئے نئے معلومات و انکشافات سے نوازتا اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں پر انہیں متنبہ فرماتا رہتا ہے نادانستہ غلطیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں معافی کی درخواست اور اہل علم حضرات کی خدمت میں معذرت پیش کرتا ہوں۔

(محمد بہاء الحق قاسمی عفا اللہ عنہ۔ مؤلف تذکرۂ اسلاف)

Marfat.com

مختصر تبصرہ بر تذکرہ طبع اول

(از جناب مؤرخ اسلام سید ہاشمی صاحب فرید آبادی سابق سکرٹری عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن)

کرم مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی کی یہ نئی تالیف پڑھکر مسرت نونصیب ہوئی۔ دس بارہ سال سے موصوف کے اخلاص و تقویٰ، علم و فضل اور خطابت کے مظاہر دیکھے ان کی ذاتی مہر و عنایت سے بہرہ مند ہوتا رہا۔ لیکن ان کے صاحبان علم و عرفان بزرگان خاندان سے تفصیلی آگہی نہ تھی۔ مولنا کا شکر گذار ہوں کہ ان کے "تذکرۂ اسلاف" نے یہ آگہی بخشی۔ موصوف نے اس مختصر تالیف سے محض ایک خاندانی فرض ہی ادا نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کی ثقافتی تاریخ میں ایک فصل تازہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ جو امید ہے خود مؤلف کی ایک مستقل علمی یادگار اور ٹھیک اس شعر کا مصداق ہوگا کہ ؎

نام نیک رفتگاں ضائع مکن　　تا بماند نام نیکت یادگار

اس کتاب کے تاریخی اور سوانحی حالات فراہم کرنے میں بڑی محنت و تلاش سے کام لیا گیا ہے اور اپنے بیان کے حوالے جابجا درج کردیئے گئے ہیں۔ سند کا یہ اہتمام جس کا آغاز تو نفاذ علماء اسلام نے کیا تھا اب عہد جدید کے طریق تحقیق کی خصوصیت ہو گیا ہے مولنا کی کتاب اس مذاق تحقیق سے جدید سمجھئے یا قدیم، بخوبی ہم آہنگ ہے۔ زیر طبع مجموعہ جو مجھے ملا۔ اس میں فہرست مضامین شامل نہیں۔ کتابت کی غلطیاں بھی نظر آئیں۔ اس کی خصوصًا اعداد و سنین کی تصحیح ایک غلط نامے سے کر دی جائے تو بہتر ہے۔

"تذکرۂ نو" سے مادۂ تاریخ طباعت برآمد ہوتا ہے۔
۱۳۸۱ھ

۱۳ فروری ۱۹۶۲ء
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

سید ہاشمی فرید آبادی

Marfat.com

تبصرہ نگار سید ہاشمی صاحب ممدوح اس دنیائے فانی سے انتقال فرما گئے۔ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ

قطعۂ تاریخ وفات پروفیسر منظور احسن صاحب عباسی دام مجدہٗ نے رقم فرمایا۔ جو درج ذیل ہے:-

آنکہ فکرش نکتہ یاب و نکتہ ساز
آنکہ حرفش جاں فروز و دل نواز

چوں شد از دنیائے دوں احسن بگفت
رفت سید ہاشمی دانائے راز

۱۳۸۴ھ

"تذکرۂ اسلاف" کی قیمت اور ملنے کا پتہ

"تذکرۂ اسلاف" کی قیمت بہت کم یعنی صرف ایک روپیہ (علاوہ محصول ڈاک) ہے۔

ملنے کا پتہ:-

(۱) پیرزادہ محمد عطاء الحق قاسمی۔ اے بلاک۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

(۲) حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری
آرام گلی بازار۔ بیاڈن رتھ روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ثنا اس خدائے یکتا و بے ہمتا کے لئے سزاوار ہے جس نے انسان کے لئے علم و عمل کی راہیں کھولیں اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا۔ جس نے انسانوں کے باہمی تعارف کے لئے ان کے قبیلے اور خاندان بنائے لیکن اپنی بارگاہ عالی میں عزت اسی کو بخشی جو اس سے ڈرا اور جس نے تقویٰ اختیار کیا۔ اور ہزاراں ہزار درود و سلام اُس نبیؐ قریشی ہاشمی و مطّلبی پر ہو جس نے آقا و غلام، کالے اور گورے، حاکم اور محکوم کو ایک سطح پر کھڑا کیا اور نسل و رنگ کا امتیاز مٹایا اور ذات گوت کی بجائے علم و عمل اور خدا ترسی کو معیارِ شرافت ٹھہرایا۔ اُس نبیؐ معصوم نے صاف صاف فرمایا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری اور کوئی فضیلت سوائے تقویٰ کے نہیں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ الطیّبین و اصحابہ الطّاھرین و علماءِ اُمّتہٖ والاولیاء والاخیار العارفین۔

وجہ تالیف | مُحِبّی حکیم محمّد موسیٰ صاحب ابن جناب حکیم فقیر محمّد صاحب چشتی نظامی امرتسری مرحوم و مغفور کے دل میں دو تین سال قبل یہ خیال پیدا ہوا کہ امرتسر کے علماء کرام کے حالاتِ زندگی اور سوانحِ حیات قلمبند کر کے شائع کئے جائیں تاکہ موجودہ اور آئندہ نسل کے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دے سکیں۔ اس نیک خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اُنہوں نے حضرات علماء امرتسر کے متعلقین، منتسبین اور اقرباء و تلامذہ سے حالات و کوائف معلوم کرنے کی کوشش شروع کر دی

عہ حکیم صاحب مرحوم نیک سرشت، صوفی مشرب، اور خدا ترس طبیب تھے ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں امرتسر سے لاہور تشریف لے آئے تھے اور ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں لاہور ہی میں وفات پا گئے غفر اللہ لہٗ۔

Marfat.com

یہ ناکارۂ خلائق اور ننگِ اسلاف بھی چونکہ ایک ایسے خاندان کا فرد ہے جو علم و عمل کا گہوارہ رہا ہے اس لئے حکیم محمد موسیٰ صاحب سلمہٗ نے میری طرف بھی رجوع کیا اور مجھے میرے خاندان کے اُن علماء کے حالات پر روشنی ڈالنے کو کہا جن کی زندگی امرتسر میں گذری۔ چنانچہ میں نے اپنی معلومات کی حد تک اپنے والدِ محترم حضرت مولنا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی رحمۃ اللہ اور آپ کے عمِّ بزرگوار اور استاذِ مکرم حضرت علامہ مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحِ حیات غیر مرتب صورت میں لکھ کر حکیم صاحب کو دے دیئے۔ جن کو انہوں نے ایک مرتب مضمون کی شکل میں ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی کی اشاعت ماہ مارچ ۱۹۶۰ء اور ماہ جولائی ۱۹۶۱ء میں شائع کرا دیا۔

حکیم صاحب کی اس مخلصانہ اور بے غرضانہ جد و جہد نے میرے دل میں اپنے اُن جدّی بزرگوں کے حالاتِ زندگی قلمبند کرنے کی ترغیب و تحریک بھی پیدا کر دی جو کشمیر جنّت نظیر میں مدفون ہیں اور جن کے شاندار علمی اور عملی کارناموں کا تذکرہ نہ صرف ہمارے خاندان کے لئے دلیلِ راہ کا کام دے سکتا ہے بلکہ دوسرے مسلمانوں میں بھی حسنِ عمل کا جذبہ اور زندگی میں خوشگوار تبدیلی پیدا کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بن سکتا ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ اسی نقطۂ نظر سے میں نے اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کر لیا۔

مجھے اس سلسلہ میں اُن کتابوں کی تلاش ہوئی جن میں کشمیر کے علماء و صلحاء رحمہم اللہ

ے بمبئی (انڈیا) سے ایک مقتدر ادبی مجلہ "نوائے ادب" کے نام سے شائع ہوتا ہے جس میں اہم مضامین اور مقتدر شخصیتوں کا تعارف کرایا جاتا ہے اسی سلسلے میں ڈاکٹر عالی جعفری صاحب نے ان دونوں مضمونوں کی روشنی میں حضرت مولنا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمہ اللہ کا تعارف ماہ جولائی ۱۹۶۱ء کے شمارہ میں اور حضرت مولنا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی کا تعارف ماہ جنوری ۱۹۶۲ء کے پرچہ میں کرایا ہے۔

کے حالات وسوانح درج ہیں۔ اس کوشش کے نتیجہ میں چند مطبوعہ کتابیں مل تو گئیں لیکن وہ میرے موضوع کی تشنگی کو دور کرنے کے لئے کافی ثابت نہ ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بزرگانِ کشمیر کے تفصیلی حالات پر مشتمل کتابوں کا بیشتر حصہ قلمی اور غیر مطبوع ہے اور یہ کتابیں تقریباً سب مقبوضہ کشمیر میں موجود ہیں اور ان کتابوں سے براہ راست استفادہ موجودہ سیاسی حالات میں بے حد دشوار ہے۔ اس دشواری کے علاوہ بقول منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم ایک المناک صورتِ حال یہ بھی ہے کہ :-

"کشمیر کی جتنی فارسی کشمیری یا سنسکرت کی تاریخیں اور دیگر علوم دفنون کی کتابیں ہیں اہلِ کشمیر کی تنگدلی اور جہالت کی وجہ سے ہنوز پردۂ گمنامی میں ہیں بلکہ اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔ کچھ انگریز اور جرمن سیّاح خرید کر لے گئے ہیں[a] اور کچھ مالکانِ کتب کی نااہلیت کی وجہ سے کیڑوں کی نذر ہو چکی ہیں۔" (کتاب شبابِ کشمیر صفحہ ۷۰)

---

[a] جو قلمی کتابیں غیر ملکی سیاح کشمیر سے خرید کر لے گئے ہیں۔ معلوم نہیں ان میں سے کون کون سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟ اس سلسلہ میں حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی قدّس سرّہٗ کے ایک رسالہ "فتوتیہ" کی نسبت ایک مضمون اتفاقاً نظر سے گذرا جس سے معلوم ہوا کہ وہ چھپ گیا ہے چنانچہ ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ (بھارت) بابت ماہ مارچ واپریل ۱۹۶۲ء کے صفحہ ۶۷ میں پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب ایم۔اے۔ نے لکھا ہے:-

"اس رسالہ کا ایک نادر مخطوطہ محررہ ۵ رجمادی الثانی ۸۹۹ھ "پیرس یونیورسٹی" کے ایک مستشرق پروفیسر مارین موے نے ایڈٹ کیا تھا جو ۱۹۶۱ء میں استنبول میں شائع ہوا۔ پروفیسر موصوف نے مطبوعہ رسالہ کا ایک نسخہ از راہِ کرم راقم کو بھی بھیجا تھا۔ جس کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ مصنف رح کے اجمالی حالات (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

محترم مولانا عبد الکبیر صاحب پرنسپل جامعہ مدنیتہ العلوم حضرت بل سری نگر کشمیر نے میرے ایک عریضہ کے جواب میں جو گرامی نامہ ارسال فرمایا تھا اور جو میرے پاس ۲۲ را پریل ۱۹۶۳ء کو موصول ہوا تھا۔ اس میں آپ نے بھی اس تلخ حقیقت کا حسب ذیل الفاظ میں اظہار فرمایا ہے :۔

"یہاں اب قلمی کتابیں ضائع ہو رہی ہیں۔ اکثر مالکان کتب جاہل ہیں ان کتابوں سے نہ خود استفادہ کر سکتے ہیں نہ کسی کو ان سے مستفید ہونے دیتے ہیں۔"

ان مشکلات و موانع کے ہوتے ہوئے بزرگان کشمیر کے تفصیلی حالات کا فراہم کرنا جس قدر دشوار ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ تاہم میں نے وادی کشمیر کے بعض ایسے حضرات کے نام خطوط ارسال کئے جن سے مجھے اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں تاریخی قلمی امداد ملنے کی توقع ہو سکتی تھی۔ ان میں سے ایک صاحب کے وفات پا جانے کی اطلاع ملی۔ دوسرے صاحب کی نسبت معلوم نہ ہو سکا کہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ تیسرے صاحب نے وعدۂ امداد کے باوجود خاموشی اختیار کر لی۔ البتہ مکرمی مولانا عبد الکبیر صاحب موصوف نے باوجود بڑھاپے اور امراض میں مبتلا ہونے کے اور باوجود اس مانع کے جس کا شکوہ

(بقیہ حاشیہ صک) کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ مصنف کے حالات زندگی کے لئے دو کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے "جنۃ الدنیا" مولفہ مفتی محمد شاہ صاحب سعادت سری نگر مطبوعہ لاہور ۱۳۵۵ھ اور "التبشیر فی حالات الامیر الکبیر" مولفہ مفتی محمد شاہ سعادت مطبوعہ سری نگر ۱۳۵۸ھ۔ نور الدین جعفر بدخشی کی تالیف "خلاصۃ المناقب" نہایت مستند ہے مگر وہ دستیاب نہیں ہو سکی۔"

Marfat.com

فوقی صاحب مرحوم اور مولانا موصوف کو اکثر مالکان کتب سے بہت صبری نگر کے متعدد کتب خانوں میں خود جاکر کتابوں کی پڑتال کی۔ اور گراں قدر تاریخی مواد جمع کر کے میرے نام ارسال فرمایا۔ اس کتاب میں جس قدر تاریخی قلمی کتابوں کے حوالے اور عبارات مندرج ہیں وہ سب مولانا موصوف ہی کے ارسال فرمودہ ہیں جس کے لئے میں مولانائے مدوح کا ممنون ہوں جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری نے بھی مطبوعہ کتابوں کے حوالے اور اکابر و مشاہیر کی تواریخ وفات دریافت کرنے اور بعض مطبوعہ کتابوں کی عبارتیں نقل کرنے میں خاص شغف کا ثبوت دیا اور یوں انہوں نے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا۔ میں حکیم صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ان تمام کوششوں کے باوجود میں محسوس کرتا ہوں اور قارئین کرام بھی محسوس فرمائیں گے کہ ابھی یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے تشنۂ تکمیل ہے۔ لیکن مذکورہ بالا مجبوریوں کی بناء پر میرے لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کے مطابق قلمی اور مطبوعہ کتابوں سے جس قدر معلومات میسر آئے ہیں انہی کو شائع کر دینے پر قناعت کروں۔

میں نے اس کتاب میں صرف اپنے ہی خاندانی بزرگوں کے حالات نہیں لکھے ہیں بلکہ ان میں سے بعض حضرات کے اساتذہ، مشائخ، اور تلامذہ کا مختصر تذکرہ بھی درج کر دیا ہے اور جس جس بزرگ کا سن وفات معلوم ہو سکا اُسے بھی لکھ دیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب بحمد اللہ بہت سے مختلف الانساب بزرگوں کی مختصر تاریخ بن گئی ہے۔

مآخذ | اس کتاب کی ترتیب و تالیف کے سلسلہ میں سب سے زیادہ بنیادی امداد

Marfat.com

قلمی شجرہ سے اور "تاریخ اعظمی" اور "تاریخ کبیر کشمیر" اور منشی محمد الدین صاحب فوق مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار "کشمیری" لاہور کی تصنیفات سے ملی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اصل موضوع سے پہلے ان کتابوں کے باعث مصنفوں اور قلمی شجرہ کے ناقل کا مختصر تعارف بھی کرا دوں۔

شجرہ منقولہ سید بہاء الدین نقشبندی مرحوم

آج سے تخمیناً چالیس برس پہلے سید صاحب موصوف مرحوم نے والدی المحترم رحمہ اللہ کے نام قاسمی خاندان کا وہ شجرہ جو اس کتاب کے ساتھ منسلک ہے کتاب "جامع اشجار الانساب" سے نقل کر کے کشمیر سے بھیجا تھا جو ۱۹۴۷ء کے زمانہ انقلاب میں میرے بکس میں موجود تھا اور جسے امرتسر سے نکلنے کے وقت میں ہمراہ لے آیا تھا اور جو اس وقت تک میرے پاس موجود ہے۔

اس شجرہ کے آخر میں سید صاحب کے نام کے ساتھ "لاری لمروی" کے جو الفاظ لکھے ہوئے ہیں ان کے متعلق میرے اس استفسار پر کہ:۔

"سید صاحب کہاں کے رہنے والے تھے اور "لاری لمروی" کے الفاظ کس مقام کی نسبت سے ہیں"

مولنا عبدالکبیر صاحب موصوف دام مجدہ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"آج سے تقریباً ۳۰۔۳۵ سال پہلے ایک صاحب سید بہاء الدین نقشبندی نامی علاقہ "لار" کے ایک گاؤں "بارہ ولی" میں سکونت پذیر تھے۔ کہا گیا ہے کہ یہ شجرہ انہیں کا نقل کردہ ہے۔ گاؤں اور علاقہ کی نسبت سے انہوں نے اپنے نام کے ساتھ "لاری بارہ ولی" لکھا ہوگا جو

Marfat.com

سہو کتابت سے "لادی لمر وی" میں تبدیل ہو گیا۔"

سیّد صاحب مرحوم نے اس شجرہ میں حضرت مولٰنا جمال الدین بڈشاہی سے
لے کر اُن تمام افرادِ خاندانِ قاسمی کے نام درج کئے ہیں جو شجرہ نقل کرنے
کے زمانہ تک اُن کو معلوم ہوسکے۔ اسی طرح ملا محمّد عاصم صاحب کی اولاد میں سے
مولوی محمد جلال الدین صاحب واعظ مرحوم اور ان کی اولادِ نرینہ اور ان کے دوسرے
جدّی اقرباء کے اسم نام، اور حضرت شیخ محمّد سعید صاحب بہائی کی اولاد میں سے
محمّد شفیع صاحب بہائی، محمّد رفیع صاحب بہائی، محمّد صدیق صاحب بہائی اور محمّد صادق
صاحب بہائی تک بارہ افراد کے نام بھی درج کئے ہیں (مولٰنا بڈشاہی کی اولاد کے
ان دونوں سلسلوں کو کتاب ہذا کے ساتھ منسلکہ شجرہ میں بنظر اختصار نقل نہیں
کیا گیا) میں نے اُن افراد کے ناموں کا اضافہ کر دیا ہے جو شجرہ کی وصولی کے بعد
سے اب تک پیدا ہوئے۔

میں نے اس شجرہ کو تاریخی کتابوں کے ساتھ کہیں بھی مختلف اور متضاد نہیں
پایا۔ بلکہ پیرزادہ غلام الدین قاضی ابن مولوی جلال الدین صاحب واعظ مرحوم (متوفی
۷ ارذی قعدہ ۱۳۷۳ھ) (موضع سوزہ متصل سری نگر کشمیر) نے ایک خط (موصولہ
۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء) کے ذریعہ اس شجرہ کو درست قرار دیا ہے۔

علاوہ بر آں مولٰنا عبد الکبیر صاحب موصوف مدظلہٗ نے ایک گرامی نامہ (مرقومہ
۲۰ دسمبر ۱۹۶۱ء) میں تحریر فرمایا۔

" خواجہ گل پیر صاحب نقشبندی کے پرائیویٹ کتب خانہ میں جو
آج کل کسٹوڈین کشمیر کی تحویل میں ہے ایک موجود مخطوطہ شجرہ نما

کتاب "سلسلۃ الانساب" سے اس شجرہ کی تصدیق ہوتی ہے"۔

اس لئے اس شجرہ کے قابلِ وثوق ہونے میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے البتہ سیّد صاحب مرحوم سے خانہ پُری کے وقت ایک مقام پر سہو ہوگیا ہے یعنی آپ نے مولٰنا قاضی محمّد عارف صاحبؒ کو مولٰنا قاضی ابوالقاسم صاحبؒ جمالی کے بجائے ان کے بھائی ملّا محمّد عاصم صاحبؒ کا فرزند ظاہر کیا ہے (شجرۂ منسلکہ کتاب ہذا میں اس غلطی کی تصحیح کر دی گئی ہے) اور یہ علم کی غلطی نہیں بلکہ قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے۔ لکھنے والوں سے اس قسم کی لغزشوں کا ہونا نہ موجبِ استبعاد ہے نہ باعثِ حیرت۔

تاریخِ اعظمی یہ کتاب ۱۱۶۰ھ کی تصنیف ہے اس کتاب کے مصنف کشمیر کے ایک مقتدر اور ذو وجاہت خاندان کے صاحبِ علم فرد خواجہ محمّد اعظم صاحبؒ دیدہ مری ہیں۔ آپ نہایت ذہین صاحبِ قلم تھے ان کی ذہانت اور حاضر دماغی کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جسے مولٰنا العلّامہ ہدایت اللہ صاحب متو کشمیری (متوفی ۱۲۰۶ھ) نے جو اپنے زمانہ میں کشمیر کے مفتیٔ اعظم تھے اپنی کتاب "تکملۃ النواریخ" میں نقل کیا ہے کہ خواجہ صاحب مرحوم مدّتِ مدید سے ضعفِ گردہ کے مریض تھے۔ جب آپ پر عالمِ نزع طاری ہوا تو اس وقت ایک شخص آپ کی عیادت کے لئے آیا۔ اس نے طبیب سے جو اس وقت خواجہ صاحب کے پاس ہوئے تھا پوچھا کہ خواجہ صاحب کو کیا تکلیف ہے؟ طبیب نے کہا ضعفِ گردہ۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسی سے میری تاریخِ وفات نکلتی اور فرمایا ؎

اگر پرسند اعظم از چہ مردہ ؟
بگو سالِ وصالش ضعفِ گردہ

۱۱۷۹ھ

تاریخ اعظمی کا اردو ترجمہ منشی اشرف علی صاحب نے ۱۸۴۶ء میں دہلی سے شائع کیا تھا۔ مسٹر نیول نے اس کا خلاصہ لکھا تھا۔ جو "کشمیر میں اسلامی تاریخ" کے عنوان سے رسالہ "بنگال ایشیاٹک سوسائٹی" (جلد ۱۵ صفحہ ۴۰۶ تا صفحہ ۴۱۴) میں شائع ہوا تھا۔ پروفیسر ولسن نے اس کتاب کے متعلق ایک محققانہ مضمون "تحقیقاتِ ایشیا" (جلد ۱۵ صفحہ ۲ تا صفحہ ۱۵) میں شائع کرایا تھا۔ (منقول از "مورخینِ ہند" صفحہ ۴۸ مولفہ حکیم شمس اللہ صاحب قادری مرحوم ماہر آثار قدیمہ حیدر آباد دکن مطبوعہ ۱۹۳۳ء)

اس کے بعد ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم تاجر کتب لاہور نے تاریخ اعظمی کو اس کی اصل زبان فارسی میں شائع کیا۔ مولوی صاحب مرحوم کتاب مذکور کے اختتام پر فارسی میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

"میں نے ایک پرانا قلمی نسخہ عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل، جامعِ معقول و منقول، مولانا غلام رسولؒ (قاسمی امرتسری) سے اور دوسرا نسخہ خواجہ غلام محی الدین صاحب ہرکن (مرحوم) سے حاصل کیا۔ لیکن دونوں نسخوں میں غلطیاں موجود تھیں۔ اس لئے متعدد تاریخی کتابوں کی روشنی میں غلطیوں کی تصحیح کے بعد اس کو طبع کیا گیا۔

Marfat.com

پھر یہ کتاب دوسری مرتبہ اصل زبان میں ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں خواجہ غلام محمد و خواجہ نور محمد تاجرانِ کتب سری نگر کشمیر کے اہتمام سے لاہور میں طبع ہوئی۔ اس کی تصحیح کا کام مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم مورخ کشمیر (متوفی ۶ صفر ۱۳۶۹ھ) کے سپرد تھا۔ اس سلسلہ میں مفتی صاحب مرحوم کے لکھے ہوئے ایک فارسی نوٹ کا مفہوم یہ ہے کہ :-

"مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم کی شائع کردہ تاریخ اعظمی نامکمل تھی۔ کئی بزرگوں اور حکامِ کشمیر کے تذکرے درج ہونے سے رہ گئے تھے اور بہت سی غلطیاں بھی باقی تھیں۔ اس لئے میں نے کتاب مذکور کے متعدد قلمی نسخوں کی روشنی میں غلطیوں کی تصحیح بھی کر دی اور متروک تذکروں کا آخر کتاب میں اضافہ بھی کر دیا اور بعض مقامات پر حواشی بھی لکھ دیئے"۔

راقم الحروف (محمد بہاء الحق قاسمی) کے پیشِ نظر "تذکرۂ اسلاف" کی ترتیب کے وقت تاریخ اعظمی کا یہی آخری ایڈیشن رہا۔

امرتسر کے سابق رئیس اعظم خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم (متوفی ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۶ء) خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم ہی کی اولاد سے تھے۔ اس خاندان کے افراد پاکستان میں آباد ہیں اور باوجاہت زندگی بسر کر رہے ہیں۔

"تاریخ کبیر کشمیر" یہ کتاب مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکین مرحوم (محلہ سرائے بل سری نگر) کی تصنیف ہے جس کا دوسرا نام تحائف الابرار بھی ہے۔

Marfat.com

اس کی تصنیف کا کام ۱۳۱۵ھ سے شروع ہو کر ۱۳۲۱ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ تکمیل و اختتام کی تاریخ "تحفۃ الابرار" سے نکلتی ہے۔ اس کو خود مصنف مرحوم نے ۱۳۲۲ھ میں بڑی تقطیع پر خوب صورت کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس کتاب کا ایک دل کش قلمی نسخہ راقم الحروف کے پاس امرتسر میں موجود تھا جو ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے دوران وہیں رہ گیا۔ اس وقت کتاب مذکور کا مطبوعہ نسخہ میرے سامنے ہے جو حضرت پیر عبد الغفار شاہ صاحب کشمیری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ سے مستعار لیا گیا ہے۔ اب یہ کتاب ناپید ہو رہی ہے۔

اس کتاب کے آخر میں کشمیر کے سربر آوردہ علمائے کرام مثلاً مولانا مفتی شریف الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رسول شاہ میر واعظ کشمیر (مولانا محمد یوسف شاہ میر واعظ کشمیر مقیم راولپنڈی کے والد ماجد) مولانا مفتی ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صبر کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ اندرابی، مولانا مفتی غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ جامعی وغیرہم من العلماء اور مشائخ طریقت اور نامی گرامی شعراء نے منثور و منظوم تقریظیں لکھی ہیں۔ اور اس کتاب کو مستند اور قابل اعتماد قرار دیا ہے (کتاب مذکور از صفحہ ۳۶۵ تا صفحہ ۳۶۹)

مصنف کتاب مولوی حاجی محی الدین صاحب مرحوم و مغفور کی وفات ۱۹۲۱ء میں واقع ہوئی ("ملک العلماء" صفحہ ۳ مولفہ فوق صاحب مرحوم)

تصنیفات فوق صاحب مرحوم | مشہور اہل قلم منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم نے اپنے ہفتہ وار جریدہ "کشمیری" اور اپنی تصانیف کے ذریعہ کشمیر اور کشمیریوں کی جو گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں ان کی بنا پر

Marfat.com

اگر ان کو "محسن کشامرہ" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کی خدمات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے فقط اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مشہور فلسفی شاعر علامہ اقبال مرحوم (متوفی ۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء) نے بھی فوق صاحب کی تحقیقات دنگارشات کی بنا پر ان کو خراج تحسین ادا کیا تھا۔ ("ملک العلماء" کا تمہیدی صفحہ)

فوق صاحب مرحوم نے ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں انتقال فرمایا۔

قلمی کتابیں | مذکورہ بالا مطبوعہ کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی مطبوعہ کتابوں سے میں نے براہ راست استفادہ کیا ہے۔ قارئین کرام کو ان کتابوں کے نام زیر مطالعہ کتاب کے مختلف مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے۔ البتہ میں قلمی کتابوں کے مطالعہ سے محروم رہا، کیوں کہ جیساکہ پہلے عرض کرچکا ہوں میرے موضوع سے متعلق قلمی کتابیں مقبوضہ کشمیر میں موجود ہیں اور ان سے براہ راست استفادہ میری دسترس سے باہر تھا۔ اس کمی کو میرے دیوبند کے زمانہ طالب علمی کے پرانے ساتھی اور مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر* کے سلسلہ میں میرے رفیق کار مولانا مولوی عبدالکبیر صاحب مدظلہ، پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم حضرت بل سرینگر کشمیر نے پورا فرما دیا۔ "تذکرہ اسلاف" میں جس قدر قلمی کتابوں کی عبارات اور حوالے درج ہیں وہ تمام تر مولانا ہی کے ارسال کردہ ہیں۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

---

* انجمن نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر کے ناظم اعلیٰ خواجہ غلام محی الدین صاحب ایڈوکیٹ مرحوم و مغفور تھے ورنا ئب ناظم راقم الحروف تھا اور مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف صدر مدرس اور حضرت محترم مولانا پیر سلام الدین صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ تھے (قاسمی)

مولانا نے جن قلمی کتابوں کی عبارات نقل کر کے بھیجی ہیں ان کے اور ان کے مصنفین کے نام یہ ہیں:۔

(۱) "نظام الوقائع" مولفہ شیخ نظام الدینؒ صاحب شاہ آبادی (فارسی)
(۲) "تاریخ حسن" مولفہ پیر حسن شاہ صاحب مرحوم کھوئی ہامی (متوفی ۱۳۱۶ھ) (فارسی)
(۳) "تذکرہ حضرت بابا داؤد مشکواتیؒ (فارسی)
(۴) "تذکرہ خواجہ محمد امین (فارسی)
(۵) "تذکرہ قاضی عبدالکریم (فارسی)
(۶) "وجیز التواریخ" خواجہ ملا عبدالغنی ترالی (فارسی)
(۷) "ذکر الصالحین" علامہ صدیق اللہ حاجنی سنواری (فارسی)
(۸) "ذکر مشائخ و علماء ربانیین" شیخ احمد ترالی (فارسی)
(۹) "تاریخ باغ سلیمانی" میر سعد اللہ شاہ آبادی (فارسی)
(۱۰) "تاریخ ہادی" اخوند ملا احمد بن الصبور (فارسی)
(۱۱) تاریخ "وقائع کشمیر" (فارسی) پیر غلام احمد شاہ کریری (نولودہ شاہ آباد)
(۱۲) "تاریخ کشمیر" ملک حیدر چادر ڈرہ (فارسی)
(۱۳) "تذکرۃ الکاملین" مفتی محمد شاہ سعادت (فارسی)
(۱۴) مقدمہ "تاریخ حسن" (اردو) صاحبزادہ حسن شاہ سابق انچارج ریسرچ ریاست کشمیر
(۱۵) "لباب التواریخ" ملا بہاء الدین "نادی ہلی" علاقہ بانڈی پورہ
(۱۶) "منتخبات کبرویہ" شیخ عبدالوہاب نوری گنائی (متوفی ۱۱۸۹ھ)

جناب مولانا عبد الکبیر صاحب موصوف نے جن مذکورہ بالا قلمی کتابوں سے استفادہ فرمایا ہے وہ سری نگر کشمیر کے حسب ذیل کتب خانوں میں موجود ہیں:۔

(۱) کتب خانہ خواجہ گل پیر صاحب نقشبندی
(۲) کتب خانہ مفتی محمدؐ شاہ صاحب سعادت
(۳) کتب خانہ پیرزادہ غلام احمد صاحب مہجور
(۴) کتب خانہ پیر عبد العزیز صاحب
(۵) کتب خانہ پیر شہاب الدین صاحب
(۶) پرتاپ لائبریری
(۷) کتب خانہ پنڈت آنند کول

مُلّا، بابا، پیرزادہ اور شاہ

قارئین کرام کو زیر مطالعہ کتاب میں کئی ناموں کے ساتھ ملّا، بابا، پیرزادہ اور شاہ کے الفاظ ملیں گے اس کے متعلق گذارش ہے کہ:۔

(۱) متحدہ ہندوستان میں انگریزوں کے آنے سے پہلے اور ان کے آنے کے کچھ عرصہ بعد تک "مُلّا" کا لفظ نہایت اونچے درجے کا علمی لقب تھا۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ افغانستان و ایران وغیرہ ممالک میں بھی بلند پایہ عالموں فاضلوں کو "ملّا" کہا جاتا تھا مثلاً اہل سنّت میں ملّا علی قاریؒ، ملّا عبد الحکیمؒ۔ اور شیعوں میں ملّا باقر مجلسی اور ملّا نور اللّٰہ شوستری۔ (وغیرہم)

اُس زمانہ میں "مُلّا" کی قدر یہ تھی کہ شاہ جہاں بادشاہ نے حضرت مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ (متوفی سنہ ۱۰۶۷ھ) کے برابر دو مرتبہ سونا تول کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور بہت کچھ جاگیر و عطیات پیش کئے ("علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد اول صفحہ ۲۹۵)

لیکن اسلام دشمن انگریز اور اس کے چیلے چانٹوں نے علماء کی تحقیر و تنقیص کے سلسلے میں جو حربے اختیار کئے ان میں سے ایک حربہ یہ بھی تھا کہ ہر داڑھی والے کو خواہ وہ جاہل و بے علم ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہر دو رکعت کے امام کو خواہ اس کا علم "یکی روٹی" [۵۰] تک ہی محدود کیوں نہ ہو "ملّا" کہا جانے لگا اور اب "ملّا" کا لفظ بطور تحقیر استعمال ہو رہا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

(۲) "بابا" اور "شاہ" کے لفظوں کی حقیقت بقول فوق صاحب مرحوم یہ ہے کہ:۔

"بابا" یا "شاہ" کشمیر میں کسی خاص قبیلہ کا نام نہ تھا بلکہ یہ عُرف عام تھا جو اعمال و افعال پر موقوف سمجھا جاتا تھا۔ اعمالِ صالحہ اور افعالِ شائستہ ہوتے تو "بابا" اور بعض لوگ "شاہ" کہلاتے تھے بلکہ ان کی اولاد بھی اسی لقب سے پکاری جاتی تھی۔ کشمیر کی تاریخ میں اکثر مشائخ و سادات کے ناموں کے ساتھ "بابا" کا لفظ درج ہے جو ان کی بزرگی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے بابا مسعودؒ نردی (وغیرہ)

حضرت مخدوم شیخ علی ہجویریؒ عرف داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ:۔

"بابا شیخ کلاں را می گویند" بڑی عمر کے بزرگ کو بھی "بابا" کہتے ہیں اور شیخ الشیوخ کو بھی" (تاریخ اقوام کشمیر جلد اول صفحہ ۳۴۷/۳۴۹)

---

[۵۰] پنجابی زبان کے ایک کتابچہ کا نام ہے۔

اسی طرح :-

(۳) "پیر اور پیرزادہ کسی خاص فرقہ یا قوم کا نام نہ تھا بلکہ اگر سید ہے اور اس کے کچھ مرید ہیں تو وہ بھی پیر کہلاتا ہے۔ ایک قریشی اگر کچھ مرید رکھتا ہے تو وہ بھی پیر ہے۔ دیگر اقوام کے لوگ شیخ یا مغل کوئی بھی ہوں وہ بھی اگر عقیدتمند دل کی کچھ جماعت رکھتا ہے تو وہ بھی پیر کہلاتا ہے گویا فرقہ پیران یا پیرزادگان میں سبھی لوگ شامل ہیں۔"

(کتاب مذکور صفحہ ۳۲۵/۳۴۷)

لفظ "شیخ" کی حقیقت حضرت مولانا جمال الدین صاحب بڈشاہی کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

ان تمہیدی گذارشات کے بعد اب اصل مقصد کا بیان شروع ہوتا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کوئی تاریخی یا واقعاتی غلطی پائیں تو براہ کرم اس سے راقم الحروف کو مطلع فرمائیں تاکہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو تیسری مرتبہ طبع کرانے کی مہلت وتوفیق عطا فرمائی تو غلطی کی تصحیح کی جا سکے۔

(پیرزادہ) محمد بہاء الحق قاسمی امرتسری
خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۶۴ء

اجمالی تعارف

"تذکرۂ اسلاف" کا اصل مقصد "قاسمی خاندان" اور اس کے بزرگوں کا تعارف ہے (گو اس کے ضمن میں کسی مناسبت سے دوسرے خاندانوں کے بزرگوں کا ذکر بھی آگیا ہے) اس سلسلہ میں پہلے اس خاندان کا اجمالی تعارف پیش کیا جارہا ہے اس کے بعد اس کی وضاحت و تفصیل عرض کی جائے گی و بیدہٖ التوفیق۔

راقم الحروف محمد بہاء الحق قاسمی عفا اللہ عنہ کے نسب میں ساتویں پشت پر ایک بزرگ شیخ محمد قاسمؒ بہائی سری نگر کشمیر میں بارہویں صدی ہجری کے وسط یا آخر میں گذرے ہیں ان کی اولاد "قاسمی" کہلاتی ہے۔ حضرت شیخ موصوفؒ حضرت شیخ اسمٰعیلؒ بہائی احمد اکدلی[1] کے صاحبزادہ تھے اور حضرت شیخ اسمٰعیلؒ بہائی[2]، حضرت ملا شیخ محمدؒ بہائی (متوفی ۱۱۲۵ھ) کے فرزند تھے۔ حضرت شیخ محمدؒ بہائی چار واسطوں سے

عـ۱ احمد اکدل سری نگر کے ایک محلہ کا نام ہے۔ "کدل" اصل میں کشمیری زبان میں پل کو کہتے ہیں۔

عـ۲ "بہائی" کی وجہ تسمیہ آگے چل کر بیان ہو گی۔ اس موقع پر یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ کوئی سا طرح شخص غلط فہمی کا شکار ہو کر حضرت شیخ محمدؒ اور ان کی اولاد کو (بعید سے) ۲۲ پرا

Marfat.com

حضرت مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی (متوفی ۱۰۱۲ھ) برادرِ اکبر حضرت مولانا کمال الدینؒ صاحب سیالکوٹی (متوفی ۱۰۱۷ھ) کی اولاد میں سے تھے۔ اور یہ دونوں سیالکوٹی بزرگ چھ واسطوں سے حضرت مولانا قاضی جمال الدینؒ صاحب پڈشاہی کی اولاد میں سے ہیں جو کشمیر کے مشہور عادل بادشاہ زین العابدین عرف "بڈشاہ" (۸۲۶ھ تا ۸۷۸ھ) کے دورِ حکومت میں قاضی القضاۃ (چیف جج) تھے۔ تمام مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت مولاناؒ پڈشاہی مضافاتِ آگرہ (ہند) سے کشمیر میں تشریف لائے تھے۔ یہ بھی تاریخی کتابوں سے ثابت ہے کہ آپ افضل البشر بعد الانبیاء، امیر المومنین، خلیفۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب تفصیلات (مَا تَیَسَّرَ مِنْهَا) ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) ایران کے مشہور مرتد بہاء اللہ آنجہانی کی طرف منسوب نہ سمجھنے لگے) کہ بہاء اللہ ایرانی ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۱۸۹۲ء (۱۳۱۰ھ) میں مر گیا تھا اور حضرت ملا شیخ محمد بہائیؒ نے کشمیر میں ۱۱۲۵ھ (۱۲۳۵ھ) میں انتقال فرمایا تھا۔ گویا حضرت شیخؒ بہاء اللہ ایرانی سے پونے دو سو سال پہلے وفات پا چکے تھے۔

22683

Marfat.com

قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی جمال الدینؒ ڈیڈشاہی

آپ کے متعلق عنوان بالا کے تحت خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم نے لکھا ہے:۔

(۱) "عزیزے از ہندوستان آمدہ و در خانقاہ امیریہ بادائے وظائف می گذرانید و بحکم آنکہ "عشق و مشک را نتوان نہفتن" رفتہ رفتہ فصاحت و کمالاتِ بلاغتش بسلطان رسید و در صحبتِ خود طلبید و خدمتِ قضاءِ مسلمانان تفویض بادفرمود۔ در فنونِ علوم آراستہ بود و فیصلِ احکام بدیانت نمود"۔ (تاریخ اعظمی ص ۵۱)

مورخ کشمیر پیر غلام احمد شاہ صاحب کریری مرحوم (نوپورہ شاہ آباد کشمیر متوفی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ) لکھتے ہیں:۔

(۲) "شیخ ملا جمال الدینؒ در عہد سلطان زین العابدین بوجہ ساہائے نمایاں و بوجہ علامہ دنہامہ بودن بر منصب قاضی القضاۃ فائز شدند۔ علماءِ محققین گفتند کہ صدیقی بودند۔ از حفدۂ ملا جمال الدینؒ ڈیڈشاہی، ملا جمال الدینؒ و ملا کمال الدینؒ اند۔ ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی صاحب کمال بودند۔ از اولادِ ملا جمال الدینؒ، ملا قاسمؒ بہائی ابن ملا اسمٰعیلؒ بہائی ابن شیخ محمدؒ بہائی است۔ این خاندان صاحب حال و کمال بودہ است"۔ (تاریخِ وقائع کشمیر قلمی صفحہ ؟)

ملّا بہاء الدین صاحب مرحوم (نادی ہل علاقہ بانڈی پورہ کشمیر) اپنی کتاب "لباب التواریخ" قلمی حصّہ سوم کے صفحہ ۳۳۰ میں فرماتے ہیں:۔

(۲) "ملّا شیخ جمال الدین رح از مضافات آگرہ در خانقاہ امیریہ قیام پذیر شدہ در عبادات و ریاضات مشغول شدند۔ علامہ و فہامہ بودہ۔ محرر کامل بودند۔ بایں وجہ زین العابدین الشاہ ایشاں را بر عہدۂ قاضی القضاۃ مقرر کرد۔ ذریاتِ ایشاں قابلِ قدر و عظمت بودند۔ چنانچہ احفادِ ایشاں شیخ ملّا جمال الدین رح و شیخ ملّا کمال الدین رح ہستند۔ ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی ماہر بودند۔ از اولادِ ملّا جمال الدین رح، ملّا قاسم رح بہائی ابن ملّا اسمٰعیل رح بہائی ابن شیخ محمد رح بہائی اند۔"

مولٰنا شیخ نظام الدین رح صاحب کشمیری شاہ آبادی (متوفی ۱۲۴۰ھ)ع تحریر فرماتے ہیں:۔

(۳) "ملّا شیخ جمال الدین رح علامہ و فہامہ، وحید الدہر، حاوی علوم ظاہری و باطنی، و کاتب الوقت بودند۔ از مضافات آگرہ بکشمیر نزدل اجلال فرمودند و بخانقاہ امیریہ قیام نمودند۔ بوجہ فہاہت وزیر کی سلطان زین العابدین اورا بمنصب قاضی القضاۃ مقرر کردند۔ در حق ایشاں گفتہ شدہ است ؎

جمال ظاھر بحر المعالی ۔۔۔ ولی مظھر سنی السنی اثر
لقد نال المکارم والفواضل ۔۔۔ وقاب من الصفات بُرد الکبائر

ع آپ افغانوں کے عہدِ حکومت میں کشمیر کے قاضی اور امینِ عدالت تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ الاسلام مولٰنا مفتی قوام الدین تھا۔ ان کی وفات ۱۲۱۹ھ میں ہوئی تھی۔

ونیز گفتہ شدہ در حق ایشاں ؎

لقد جمع الفواضل والفضائل ۔۔۔ وما مال الی الدنیا الدنیۃ

لذا فاق الاماثل والافاضل

"در حق نسب شیخ مذکورؒ بعضے گفتند فاروقی اند و بعضے گفتند صدیقی۔ لیکن بیان بلفظ شیخ می سازند" (کتاب نظام الوقائع قلمی صفحہ ۲۰۸)

مولٰنا بڈشاہیؒ کا نسب "نظام الوقائع" کی اس عبارت میں حضرت مولٰناؒ کے نسب کے بارہ میں اگرچہ دو روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک میں صدیقی بتایا گیا ہے اور دوسری میں فاروقی۔ لیکن ترجیح کسی جانب کو نہیں دی گئی۔ اور اس عبارت سے اوپر "تاریخ وقائع کشمیر" کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں مولٰناؒ کو صدیقی اور اسی کو علمائے محققین کا قول قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسری روایت کو کلیتہً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ میر سعد اللہ شاہ آبادیؒ نے اپنی کتاب "تاریخ باغ سلیمانی" میں اور ملا احمد ابن الصبورؒ نے "تاریخ ہادی" میں اور مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم نے "تذکرۃ الکاملین" میں مولٰنا جمال الدینؒ و مولٰنا کمال الدینؒ سیالکوٹی کو صدیقی النسب لکھا ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے (اور یہ دونوں سیالکوٹی بزرگ بالاتفاق مولٰنا بڈشاہیؒ کی اولاد سے ہیں۔ ان تینوں کتابوں کے اقتباسات مولٰنا جمال الدینؒ سیالکوٹی کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے) اس لئے ان تاریخی حقائق کی روشنی میں مولٰناؒ کے صدیقی النسب ہونے کا قول ہی قابل وثوق ہو سکتا ہے۔

شیخ "نظام الوقائع" کی منقولہ عبارت میں فاضل مولفؒ نے فرمایا ہے کہ مورخین

Marfat.com

مولانا بڈشاہی کا ذکر "شیخ" کے عنوان سے کرتے ہیں سو مورخین کے اس قول میں کوئی الجھن نہیں ہے اس لئے کہ پاکستان، ہندوستان اور کشمیر میں صدیقی، فاروقی، عثمانی علوی وغیرہ قبائل کو "شیخ" ہی کہا جاتا ہے۔ بلکہ دنیا کے تقریباً ہر خطہ میں بزرگان اسلام کو احتراماً "شیخ" ہی کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ بزرگ صدیقی ہوں یا فاروقی، عثمانی ہوں یا علوی و ہاشمی۔ جیسے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ حالانکہ آپ اپنے والد ماجدؒ اور والدہ ماجدہؒ دونوں کی طرف سے ہاشمی النسل اور سید تھے۔

مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم نے مولانا بڈشاہی کی نسبت لکھا ہے:۔

(۵) "ملا جمال الدینؒ قاضی القضاۃ در عہد سلطان زین العابدین بود۔ کارہائے نمایاں بعد فائز شدن بر منصب خود باصلاح قوم بعمل آورد۔ احفاد وے ملا کمال الدینؒ سیالکوٹی و ملا جمال الدینؒ سیالکوٹی علماء ذکر فرمودند۔ و شیخ قاسم بہائیؒ ابن شیخ اسمٰعیل بہائی ابن شیخ محمدؒ بہائی احمد اکدلی از اولادِ شیخ جمال الدینؒ ذکر کردہ اند۔ ایں صحیح تر است"۔ ("تذکرۃ الکاملین" صفحہ ۱۹۰)

سید بہاء الدین صاحب نقشبندی کشمیری مرحوم نے ہاشمی خاندان کا جو شجرۂ نسب کتاب "جوامع اشجار الانساب" سے نقل کر کے کشمیر سے والدی المحترم کے نام ارسال کیا تھا اس میں حضرت مولانا بڈشاہی کے اسم گرامی پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:۔

(۶) "مولانا قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی کہ در عہد سلطان زین العابدین

وابستہ کشمیر شدہ است قاضی القضاۃ بود"

مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکین کشمیری مرحوم و مغفور (متوفی ۱۹۲۱ء) زیر عنوان " مولانا قاضی جمال الدینؒ " رقمطراز ہیں :-

(۷) " در عہد سلطان زین العابدین از ہندوستان شہر (سری نگر) وارد نمود و در خانقاہ علیہ عالیہ حضرات کبرویہ نشستہ بریاضات و عبادات اشتغال ورزیدہ سلطان اورا در حضور خود طلب داشتہ تعظیم و تکریم بجا آوردہ منصب قضا بوے تسلیم و تفویض فرمود و ملائے موصوفؒ در اجرائے احکام شرعیہ کما ینبغی داد داد"

("تاریخ کبیر کشمیر" صفحہ ۲۹۰)

منشی محمد الدین صاحب فوق مرحوم نے مولانا بڈشاہی کا ذکر خیر اپنی متعدد تصانیف میں کیا ہے - ان کی ایک کتاب " تاریخ بڈشاہی " کے حوالہ سے " تذکرہ اسلاف " طبع اول میں ایک عبارت کی نقل کی گئی تھی - لیکن وہ عبارت مختصر تھی اس لئے اس کی بجائے ان کی ایک اور تصنیف " شباب کشمیر " (صفحہ ۲۵۳ تا ۲۵۵) سے دوسری عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے - جو پہلی عبارت کے مضمون پر مشتمل بھی ہے اور قدرے مفصل بھی -

فوق صاحب مرحوم " قاضی القضاۃ مولانا جمال الدینؒ " کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :-

(۸) " تمام مورخین نے لکھا ہے کہ ان کا وطن ہندوستان تھا - جب کشمیر آئے تو خانقاہ امیریہ (شاہ ہمدانؒ) میں رہائش

عـہ حاشیہ صفحہ پر دیکھیں

Marfat.com

اختیار کرلی۔ درود و وظائف کے بڑے پابند اور عالم و فاضل اور جید اہل علم

(حاشیہ صفحہ ۲۷) آپ ۷۸۱ھ میں کشمیر تشریف لائے تھے۔ آپ شیخ کامل، عالم باعمل، صاحب تصانیف مثل شرح فصوص الحکم وغیرہ تھے۔ آپ نے تین مرتبہ دنیا کی سیاحت فرمائی اور ہزاروں مشائخ اور اولیاء اللہ سے فیض حاصل کیا۔ ایک مرتبہ ایک ہی مجلس میں چار سو اولیاء اللہ کے اجتماع سے سعادت اندوز ہوئے۔ آخر میں کشمیر کو مستقر بنایا۔ سری نگر کے محلہ علاء الدین پورہ میں قیام فرمایا۔ شاہِ کشمیر شہاب الدین نے نذرِ عقیدت پیش کی۔ فسق و فجور سے تائب ہوا۔ اس کا بھائی سلطان قطب الدین اکثر حاضر خدمت رہتا۔ کشمیر اور اطراف کشمیر میں بے شمار مخلوقِ خدا کو ہدایت و ارشاد کی دولت سے مالا مال کیا۔ ("علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد اول صفحہ ۳۲۳)

آپ نے پکھلی کے علاقہ میں انتقال فرمایا۔ نزع کے عالم میں آپ کی زبانِ مبارک پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے الفاظ جاری ہوئے۔ اسی سے آپ کا سنِ وفات ۷۸۶ھ نکلتا ہے۔ آپ کے انتقال پر آپ کے دفن کے بارے میں اہل کشمیر اور والیٔ پکھلی کے مابین اختلاف رونما ہوا۔ دونوں فریق حضرتؒ کو اپنے ہاں دفن کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ غسل اور نماز جنازہ کے بعد حضرتؒ کے محرم خاص و ملازم باختصاص شیخ قوام الدین بدخشیؒ نے کہا کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق حضرتؒ کے تابوت مبارک کو اٹھا سکے وہی اپنے ہاں تابوت کو دفن کرلے۔ اس پر فریقین نے قسمت آزمائی کی لیکن کوئی بھی تابوت مبارک کو نہ اٹھا سکا۔ آخر شیخ بدخشیؒ نے خود ہی تابوت کو اٹھالیا اور اسے کوہستان چترال کے راستے چند ماہ کا سفر طے کرکے "ختلان" (حدود ایران) میں پہنچا کر دفن کردیا۔ آپ کا مزار مبارک ختلان میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ اور آپ کی خانقاہ معلّی سری نگر کشمیر میں مرجع انام ہے قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تھے۔ عوام سے اپنے علم کو پوشیدہ رکھا کرتے۔ لیکن عشق و مشک کو چھپانا بڑا مشکل کام ہے۔ آپ نے کسبِ حلال کے لئے عرائض نویسی کا کام شروع کر دیا۔ آپ اہلِ مقدمات کی طرف سے بادشاہ کے دربار میں عرضیاں لکھا کرتے۔ اور جو لوگ کسی حاکم کے خلاف کوئی شکایت لکھواتے تو اس کے تدارک یا اصلاح کے لئے بھی آپ اہلِ شکایات کو عرضیاں لکھ کر دیا کرتے۔ بادشاہ ان عرضداشتوں کے مضامین پڑھ کر بہت متاثر ہوتا اور عرائض نویس کے تبحّرِ علمی کا قائل ہو جاتا۔ بادشاہ نے کئی دفعہ چاہا کہ عرائض نویس کو اپنے دربار میں بلوا کر اس کے کمالِ فصاحت سے اور بھی زیادہ بہرہ مند ہو۔ لیکن کوئی نہ کوئی امر مانع ہوتا۔ آخر جب آپ نے ایک منظوم درخواست بادشاہ کے پاس بھیجی جس میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ) ہمارے زمانے کے ایک مصنف نے اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے کہ بعض لوگ حضرت امیرؒ کو شیعہ سمجھتے ہیں۔ لیکن ایسا سمجھنا حضرتؒ پر غلیظ قسم کا افترا ہے۔ آپ کا ترتیب دیا ہوا متبرک وظیفہ جسے آپ نے چار سو اولیاء و اصفیاء سے اخذ فرمایا اور جسے آپ نے کشمیر میں رائج کیا اور جو سینکڑوں سال سے کشمیر کی تقریباً اکثر مساجد میں نمازِ فجر کے بعد اجتماعی طور پر جہر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور جو "اورادِ فتحیہ" کے نام سے مشہور ہے اس غلیظ افترا کی تردید کے لئے کافی ہے۔ اس وظیفے میں یہ فقرے موجود ہیں: "رضینا باللّٰہ تعالیٰ ربًّا وبالاسلام دینًا وبمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبیًّا ورسولاً وبالقرآن اماماً وبالکعبۃ قبلۃً وبالصلوٰۃ فریضۃً وبالمؤمنین اخواناً وبالصدیقؓ وبالفاروقؓ وبذی النورینؓ وبالمرتضیٰؓ ائمۃ" ان کلماتِ طیبات میں آپؒ خلفاء اربعہؓ کو "امام" فرما رہے ہیں۔

Marfat.com

سلطان سکندر کی وفات پر قطرات اشک بہائے گئے تھے۔ تو بادشاہ کو زیادہ انتظار کی تاب نہ رہی اور اپنے ایک درباری کو آپ کے لانے کے لئے بھیجا۔ جب آپ بادشاہ کے حضور میں گئے تو وہ خرد دانی و مردم شناسی کا پتلا ایک گوشہ نشین درویش کے ساتھ جو ایک خانقاہ پر درویشوں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا ادب و احترام کے ساتھ پیش آیا اٹھ کر تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ آپ نے بادشاہ کی خدمت میں ایک تصنیف پیش کی جس کے مطالعہ سے بادشاہ بے حد مسرور ہوا اور آپ کی اعلیٰ قابلیت نے اس کو مسحور کر لیا۔

عرائض میں جو دلائل و براہین آپ لکھا کرتے تھے بادشاہ ان کو بے حد پسند کرتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ اگر ایسا شخص جو انشاپردازی کے ساتھ دماغ بھی نقاد رکھتا ہے میری قلمرو کی عدالت کا اعلیٰ جج ہو جائے تو انصاف اس سے بڑا نیک نام ہو سکتا ہے۔

چنانچہ بادشاہ نے عہدہ قاضی القضاۃ ان کے سپرد کیا جو اس زمانہ کی چیف جج کے برابر ہے۔

قاضی جمال الدین رح علوم دینیہ و دنیویہ سے آراستہ تھے اور احکام کے فیصلے بلا کسی لحاظ و مروت کے بلا رو رعایت دیانت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ بادشاہ ان کے فیصلوں سے خوش ہو کر ہمیشہ ان پر نوازشوں اور شاہی عنایتوں کا اظہار کرتا رہا۔ (شباب کشمیر صفحہ ۲۵۳ - ۲۵۵)

حضرت مولنا کا سلطان زین العابدین بادشاہ کے دور حکومت (۸۲۶ھ تا ۸۷۸ھ) میں کشمیر کا قاضی القضاۃ ہونا مورخین کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ آپ آگرہ سے کشمیر تشریف لائے تھے۔

لیکن :-

(۱) آپ آگرہ کے کس قصبہ یا گاؤں کے باشندہ تھے ؟

(۲) کس سن میں وہاں سے نکل کر کشمیر آنا ہوا ؟

(۳) انتقال کس سن میں فرمایا ؟

(۴) آپ کے اساتذہ کون حضرات تھے ؟

(۵) آپ کی بیعت کس بزرگ سے تھی ؟

یہ اور اس قسم کے چند سوالات ہیں جن کا جواب تاحال مجھے معلوم نہیں ہوسکا۔ لعلّ اللّٰہ یحدث بعد ذٰلک امراً۔

رفع التباس | دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات دو بزرگوں کے اشتراک اسمی سے خصوصاً جب کہ دونوں میں معاصرت یا قرب معاصرت ہو بعض لوگوں کو التباس پیش آجاتا ہے اسی کتاب میں آگے چل کر حضرت مولنا جمال الدینؒ صاحب سیالکوٹی کے تذکرہ میں اس کی ایک مثال آپ ملاحظہ فرمائیں گے یہاں بھی اس قسم کے التباس کا امکان ہے۔ اس لیے رفع التباس کی خاطر ایک اور بزرگ عالم کا ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو حضرت مولنا جمال الدینؒ بدشاہی کے ہم نام ہونے کے علاوہ کشمیر ہی کی خاک میں مدفون ہیں۔ اور وہ بزرگ عالم حضرت مولنا سید جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ

Marfat.com

کے ہمراہ ۸۱۰ھ میں کشمیر تشریف لائے تھے اور کشمیر ہی میں وفات پاکر نہر "بہت" کے کنارے مدفون ہوئے۔ انہی کی نسبت مولٰنا سید عبدالحیٔ حسنی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (ہندوستان) نے اپنی مشہور عربی کتاب "نزھۃ الخواطر" جلد ۲ صفحہ ۵۰-۵۱ میں لکھا ہے:-

"الشیخ العالم المحدث جمال الدین الکشمیری احد العلماء المبرزین فی الفقه والحدیث والاصول والعربیة قدم کشمیر فی صحبة علی بن شهاب الحسینی الهمدانی وسکن بها امتثالاً لامره لاجل تعلیم السلطان قطب الدین شاہ میرزا الکشمیری فانقطع الی الدرس والافادۃ وقبرہ یمان بینة کشمیر علی نهر "بهت" مشهور یزار ویتبرک به کما فی "روضة الابرار" لمحمد الدین الکشمیری"۔

ھ مولٰنا محمد الدین صاحب موصوف ۳ رجادی الاولی ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۹ سال کی عمر میں عربی، فارسی اور طبی کتب درسیہ سے فارغ ہوگئے۔ اس کے بعد میٹرک، منشی عالم، منشی فاضل، مولوی عالم، مولوی فاضل اور ایم۔ او۔ ایل کے امتحانات دے کر کامیاب ہوئے۔ اگست ۱۸۷۳ء میں اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف۔ اے اور بی۔ اے کی جماعتوں کو بھی عربی فارسی کا کورس پڑھاتے تھے۔ اس اعتبار سے شاعر مشرق اقبال مرحوم بھی ۱۸۹۵ء تا ۱۸۹۷ء میں ان کے شاگرد تھے۔ ۲۵ سال کی ملازمت کے بعد مولٰنا نے ۲۶ر نومبر ۱۸۹۸ء میں انتقال فرمایا (ماخوذ از تاریخ اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور صفحہ ۱۳۲-۱۳۴ مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین صاحب)

Marfat.com

بہرکیف بتانا یہ مقصود ہے کہ حضرت مولانا قاضی جمال الدین بڈشاہی ایک بزرگ ہیں اور حضرت مولانا سید جمال الدین محدث دوسرے بزرگ۔ رحمۃ اللہ علیہما

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) مولانا نے بہت سی کتابیں اور رسائل تصنیف فرمائے۔ ان میں سے چند تصنیفات کے نام اُنہی کے تصنیف کردہ فارسی رسالہ "مختصر تاریخ کشمیر" صفحہ ۳ و ۴ سے ذیل میں منقول ہیں۔ (۱) روضۃ الادباء (تذکرہ شعرائے عرب وغیرہ متقدمین و متاخرین) (۲) تبیان الصنائع (در فن صنائع و بدائع) (۳) تفسیر فتح العظیم (۴) تاریخ ایام الجاہلیۃ (۵) قلائد الذہب فی فوائد الادب (عربی) (۶) مختصر السیر فی احوال خیر البشر المعروف بلسان محمدی (۷) رسالہ در علم فلسفۂ انگریزی در عربی (۸) حل اللغات العرب لیلۃ عربی (بزبان فارسی) (۹) شرع محمدی متعلق بمسائل میراث و معاملات (۱۰) رسالہ در علم منطق (۱۱) تعلیقات مقامات بدیعی (۱۲) منتخب اخلاق ناصری (وغیرہ) سر دست یہ آپ کی تصنیفات کے سلسلہ میں (۱۳) "روضۃ الابرار" کا نام بھی درج ہے جس میں کشمیر کے علماء و مشائخ کے حالات مرقوم ہیں اور جس کا حوالہ "نزہۃ الخواطر" میں اوپر دیا گیا ہے۔ مولانا نے اسی روضۃ الابرار کے ص۵ کے حاشیہ پر حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی امرتسری (مع آپ کے خاندان کا بھی مختصر تذکرہ فرمایا ہے۔ مولانا موصوف کے ہم نام ایک اور بزرگ بھی لاہور ہی میں گذرے ہیں۔ وہ مولانا کے انتقال کے بعد اورنٹیل کالج لاہور ہی میں پروفیسر مقرر ہوگئے تھے۔ ان کا ذکر مولوی محمد الدین صاحب فوق مختار کے نام سے ہوتا ہے ان کی وفات جنوری ۱۹۲۳ء میں ہوئی تھی (تاریخ اورنٹیل کالج لاہور ۲۱۹)

مظہرِ فیضِ ذی الجلال حضرت علامہ مولانا جمالؒ سیالکوٹی

حضرت مولانا جمال الدین سیالکوٹی اور ان کے چھوٹے حقیقی بھائی حضرت مولانا کمال الدین سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہما حضرت مولانا جمال الدین بڈشاہی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے (اس کو مولانا بڈشاہی کے تذکرہ میں قلمی اور مطبوعہ کتابوں کے حوالہ سے اوپر ثابت کیا جا چکا ہے)

مولانا جمال الدین سیالکوٹی رحمہ اللہ علامۂ جلیل و فاضلِ بے عدیل ہونے کے علاوہ متقی، پارسا، صوفی صافی، پاک باطن اور نہایت بے تکلف اور سادہ زندگی بسر کرنے والے بزرگ تھے۔ عمرِ مبارک درس و تدریس، اور ہدایت و ارشاد اور ذکر و فکر میں گذاری۔ ذیل میں حضرت مولاناؒ کی مقدس زندگی کا مختصر خاکہ آپ کو تاریخی کتابوں کی روشنی میں دکھائی دے گا۔

خواجہ محمد اعظم صاحب "دیدہ مری" مرحوم تاریخ اعظمی میں زیر عنوان "مظہرِ فیض ذو الجلال ملا جمالؒ" لکھتے ہیں:-

(۱) نحریرِ روزگار و علامہ اسرار بود۔ در علوم دینیہ شانِ عظیم داشت باکمالِ شغلِ علوم ظاہر مبارک را اکثرے بجانب طئی منازلِ راہ معنوی می گماشت۔ ارادتِ معنویہ در سیالکوٹ در خدمتِ عارف جلی بابا فتح اللہؒ

ؒ شیخ العصر حضرت بابا فتح اللہ حقانی (یا ثانی) کشمیری رحمہ اللہ عارف باللہ اور بے مثال صاحب علم و عمل بزرگ تھے۔ آپ حضرت شیخ اسمٰعیل زاہد کبرویؒ کے صاحب زادہ اور خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۴ھ) جیسے اکابر نے بھی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

حقانی کہ ذکرش گذشت درست نمود شب و روز عمر آسعد خود را

زیقعد، حاشیہ ص۲۷) آپ سے فیض پایا ہے۔ تاریخ اعظمی وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کو روافض کشمیر کے بے تحاشا سبّ صحابہؓ سے بے حد کوفت ہوتی۔ آپ نے اسی زمانہ میں اپنے تین صاحبزادوں کے نام حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر اس نیت سے تبدیل کر دیئے تھے کہ بدفرجام تبرائیوں کی دشنام طرازیاں ان صاحبزادوں کی طرف مراجع ہوں۔ جب آپ نے تاب مقاومت نہ پائی تو اپنے اہل بیت سمیت کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ تشریف لے آئے۔ اور وہیں انتقال فرمایا۔ اس کے خلاف بعض مورخین اس امر کے قائل ہیں کہ آپ آخری عمر میں طبقہ چک کے بعض افراد کی استدعا پر واپس کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دوسرے صاحب زادہ بابا عمر رحمہ اللہ آپ کے قائم مقام ہوئے۔ ان سے اکبر بادشاہ کو بہت عقیدت تھی۔ کشمیر کے ۲۸ علماء و صلحاء و رؤساء مثلاً حضرت بابا داؤد خاکی، علامہ شیخ یعقوب صرفی، مولٰنا کمال الدین سیال کوٹی اور خواجہ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم پر مشتمل جماعت بابا ہال کے راستہ حضرت بابا عمرؒ کے پاس پہنچی تھی۔ اور انہی کی وساطت سے اکبر بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر بابک بازوں کی اس جماعت نے کشمیر کے متعصب شیعہ بادشاہ کے مظالم کی روداد پیش کی۔ اور جس کے نتیجہ میں اکبر بادشاہ نے کشمیر پر قبضہ کر لیا اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو تبرا بازوں کی لعنت سے نجات دلائی تھی۔

حضرت بابا فتح اللہ صاحب رحمۃ اللہ کے ایک صاحب زادہ حضرت بابا ابوبکرؒ نے سیالکوٹ ہی میں انتقال فرمایا تھا۔ رحمہم اللہ تعالےٰ۔

Marfat.com

صرفِ علومِ ظاہری و باطنی می فرمود۔ در جنابِ حضرت شیخ المشائخ شیخ نور الدین[1] ظاہراً اخلاص کمتر داشت شبے بُردیتِ سرورِ عالمیان علیہ افضل الصلوات والتحیات مشرّف شدند۔ عزیزے را دید کہ در پہلوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم قریب جا یافتہ است۔ حضرت رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلّم فرمود کہ " اے جمال! ایں شیخ نور الدین است کارے کہ ایں کرد کسے دیگر در آں نمی رسید" بالجملہ اکابرِ مشائخ وقت مثل بابا[2] نصیب و شیخ اسمٰعیل[3] چشتی و امثالِ ایشاں از خدمتِ مولٰنا (جمال الدین) مستفید بودند۔ بلذّاتِ جسمانی ہرگز میل نبود۔ گوشت کمتر خورد و کرتۂ بے تکلّفی و فرشِ بوریائی می ساخت۔

---

[1] حضرت شیخ نور الدین صاحب ولی قدس سرہٗ (متوفی ۸۴۲ھ) آسمانِ ولایت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ہزاروں انسان آپ سے فیض یاب ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔

[2] آپ کشمیر کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے خلافت سلاطین حضرت بابا داؤد خاکی قدس سرہٗ (متوفی ۹۹۴ھ) سے حاصل تھا۔ حضرت بابا صاحب کا انتقال ۱۰۴۷ھ میں ہوا۔

[3] حضرت شیخ چشتی کشمیر کے تاجر پیشہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں حضرت مولٰنا جمال الدین بانکو ئی سے فیض حاصل کیا۔ حضرت شیخ صاحب حال اور صاحب کراماتِ بزرگ تھے۔ سری نگر کے قبرستان " ملہ کھواہ " میں مولٰنا جمال الدین کے مزارِ مبارک کے قریب آپ کی قبر شریف ہے۔

می گویند کہ یک جبیّہ حضرت بابا فتح اللہؒ در عقدِ مولناؒ نیز بدستور برادرش مولنا کمال الدینؒ بود۔ چوں رحلت نمود در کشمیر آسود و العلم عند اللہ (۱۱۸/۱۱۹)

پیر حسن شاہ مرحوم (متوفی ۱۳۱۶ھ) متوطن موضع گامرو علاقہ کیوہامہ بند لپورہ کشمیر" تاریخ حسن" کے حصہ سوم میں جس کا عنوان" اسرار الاخیار" ہے لکھتے ہیں:۔

(۲) " اخوند ملا جمال الدینؒ از احفاد قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی، مرید و داماد بابا فتح اللہ ثانی بود۔ در علوم صوری و معنوی شان عظیم داشت عمر عزیز خود در تدریس و تعلیم علوم ظاہری و باطنی صرف نمود گویند اخوندؒ از شیخ العالم شیخ نور الدینؒ چنداں اخلاص نداشت۔ شبے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دید و عزیزے ہم زانوئے آنجناب نشستہ بود متعجب شد۔ حضرت رسالتمآبؐ فرمود کہ" اے ملا جمال! ایں شخص شیخ نور الدین ست کارے کہ ایں کرد کسے نہ کرد۔ بالجملہ مولنا در علوم فرد لاثانی بود و از فیوض او عالمے فائز گشت ہمیشہ در وضع فقرائے بے تکلف مے بود بلذاتِ نفسانی وجسمانی اصلاً میل نمی فرمود۔ چوں رحلت نمود در" ملہ کھواہ" آسود"

جناب مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکین مرحوم اپنی" تاریخ کبیر کشمیر" ۱۷ میں لکھتے ہیں:۔

(۳) " ہر دو برادران (مولنا جمال الدینؒ و مولنا کمال الدینؒ) از

Marfat.com

اولادِ قاضی جمال الدینؒ بدشاہی و مُرید و داماد حضرت بابا فتح اللہؒ ثانی بودند در علوم و مکاشفہ ہر دو برادر علامۂ ربانی و لاثانی بودند۔ ملا جمالؒ ایام حیات در فقر و فاقہ بغیر تکلف ہائے نفسانی بسر بردو کمتر دگاہ گاہ گوشت می خورد و عالمے در خدمتش مستفید گردید چون رحلت نمود در "ملہ کواہ" آسود"

میر سعد اللہ خان شاہ آبادی مرحوم اپنی کتاب "تاریخ باغ سلیمانی" (قلمی) کے صلا۲۱ میں فرماتے ہیں:۔

(۴) "ملا جمال الدین عالم متبحر بود مُرید و دامادِ بابا فتح اللہ ثانیؒ است شب و روز منہمک درس و تدریس بود۔ اکابرِ فضلا از تلامذہ وے اند۔ مسکین شعار بود (تا) رحلت نمودہ در ملہ کہواہ مدفون است"

ملا احمد ابن الصبور کشمیریؒ اپنی کتاب "تاریخ ہادی" میں رقمطراز ہیں:۔

(۵) "ملا جمال الدینؒ و ملا کمال الدینؒ سیالکوٹی ہر دو برادر جامع کمالات ظاہری و باطنی بودند۔ نسب ایشان صدیقی گفتہ اند این صحیح ترین است۔ مرقدِ ملا جمال الدینؒ در کشمیر است و مرقد ملا کمال الدینؒ در لاہور است"۔

(تاریخ ہادی قلمی صلا۲۰)

ملا عبد الغنی صاحب ترالی کشمیری مرحوم لکھتے ہیں کہ:۔

(۶) "ملا جمال الدینؒ مرید حضرت بابا فتح اللہ ثانیؒ از احفادِ ملا شیخ جمال الدینؒ بدشاہی اند تمامی عمر در تدریس علوم دینیہ صرف

کردند در علوم ظاہری و باطنی ماہر بودند از ذریات ملا جمال الدینؒ، ملا محمد بہائی است۔ ملا جمال الدینؒ رحلت نمودہ در طرگواہ مدفون اند۔"

(وجیز التواریخ" قلمی ص۲۰۴)

پیر غلام احمد شاہ صاحب کریری مرحوم مولانا جمال الدینؒ صاحب بڈشاہی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(۷) " علماء محققین گفتند کہ صدیقی بودند از حفدۂ وے ملا جمال الدینؒ و ملا کمال الدینؒ اند۔ ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی صاحب کمال بودند از اولادِ ملا جمال الدینؒ، ملا قاسم بہائی بن ملا اسمٰعیل بہائی بن شیخ محمد بہائی است ایں خاندان صاحب حال و کمال بودہ است۔"

(تاریخ وقائع کشمیر قلمی)

ملا بہاء الدین صاحب کشمیری مرحوم (نادی ہل علاقہ بانڈی پورہ کشمیر) مولانا بڈشاہی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:۔

(۸) " احفادِ ایشاں شیخ ملا جمال الدینؒ و شیخ ملا کمال الدینؒ ہستند۔ ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی ماہر بودند از اولادِ ملا جمال الدینؒ، ملا قاسم بہائیؒ بن ملا اسمٰعیلؒ بہائی بن ملا محمدؒ بہائی اند۔" (لباب التواریخ قلمی ص۳۲ حصہ سوم)

مفتی محمد شاہ صاحب سعادت کشمیری مرحوم لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

(۹) "ملا جمال الدینؒ رحلت فرمودہ در ملہ کہواہ" و ملا کمال الدینؒ رحلت فرمودہ در لاہور آسودہ است۔ ہردو برادران نسباً صدیقی اند۔ ھٰذا ھوا لصحیح"

(تذکرۃ الکاملین ص۱۹۱ و ۱۹۲)

پھر سعادت صاحب مرحوم اپنی اسی کتاب "تذکرۃ الکاملین" کے ص۱۹۰ میں تحریر فرماتے ہیں:-

(۱۰) "ملا جمال الدینؒ قاضی القضاۃ عہد زین العابدین بود۔ بعد فائز شدن بر منصب خود با صلاح قوم کارہائے نمایاں بعمل آورد و احفاد و امجاد وے ملا کمال الدینؒ و ملا جمال الدینؒ سیالکوٹی ذکر فرمودند۔

و شیخ قاسم بہائیؒ بن شیخ اسمٰعیل بہائیؒ بن شیخ محمدؒ بہائی از اولاد شیخ جمال الدینؒ ذکر کردند و ایں صحیح تر است"

دونوں سیالکوٹی بزرگوںؒ کا مولانا بڈشاہی کی اولاد سے ہونا اگرچہ تاریخی کتابوں کے منقولہ بالا اقتباسات سے بخوبی ثابت ہے۔ تاہم مزید توثیق کے لئے چند اور تاریخی کتابوں کے اقتباسات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:-

(۱۱) "شیخ کمال الدینؒ و شیخ جمال الدینؒ ہردو برادر ابنائے قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی اند"

(تذکرہ حضرت بابا داؤد مشکوتی قلمی ص۱۱)

(۱۲) "ملا شیخ کمال الدینؒ و ملا شیخ جمال الدینؒ از احفاد و امجاد شیخ

جمال الدینؒ بدخشاہی ہستند"

(تذکرہ خواجہ محمد امینؒ قلمی ص۲۰)

(۱۳) "اخوند شیخ کمال الدینؒ و شیخ جمال الدینؒ از اولادِ ملا جمال الدینؒ بدخشاہی بودند"

(تذکرہ قاضی عبدالکریمؒ قلمی ص۱۲)

مولوی رحمٰن علی صاحب سابق ممبر کونسل (مقام ریوان انڈیا) "تذکرہ علماء ہند" میں فرماتے ہیں:۔

(۱۴) "ملا جمال الدینؒ کشمیری دانشمند متبحر و مرید بابا شیخ اللہ حقانی بود۔ وشب و روز شغل بدرس و تعلیم داشت ابوالفقراء شیخ نصیر الدین ریلیا نصیب الدینؒ و شیخ اسمٰعیلؒ چشتی از تلامذہ وے اند۔ او بے تکلفانہ بیک قمیص و بوریا بسر می برد۔ مرقدش بہ کشمیر است۔"

(تذکرہ علماء ہند طبع دوم ص۴۳ مطبوعہ ۱۹۱۴ء)

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہور مرحوم نے لکھا ہے:۔

(۱۵) "شیخ نصیر الدین ابوالفقراءؒ کہ کشمیر کے نامور صوفیاء میں درجہ اختصاص رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ ملا جمال الدینؒ پرہیزگار وقت متقی زمانہ، اور علم و عمل کا خزانہ تھے۔ بابا شیخ اللہؒ حقانی کے مریدوں میں تھے۔ میں نے علم حدیث انہی سے اکتساب کیا ہے اور انہی سے سند حدیث حاصل کی ہے۔ حضرت شیخ نورالدینؒ ولی کے مزار پر اکثر جایا کرتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ اس کثرت کا سبب پوچھا

Marfat.com

تو فرمایا۔ ایک دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا " جمال! تو اس کو پہچانتا ہے؟ اس نے وہ کام کئے ہیں کہ کوئی شخص ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا" وہ دن ہے اور آج کا دن، اس مزار پر میری آمد و رفت برابر جاری ہے۔ حضرت بابا داؤد مشکواتی[1] "اسرار الابرار"[2] میں لکھتے ہیں۔ کہ قاضی ابوالقاسمؒ (جو مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹیؒ کے خلفاء اور اکابرِ علماء میں سے تھے اور میرے استاد) ایک دن لکڑی کاٹنے کے لئے ایک درخت پر چڑھے۔ درخت بڑا قد آور تھا جو ایک جن کا مسکن تھا، درخت پر بڑی مشکل سے ضرب پڑتی تھی۔

---

[1] حضرت بابا صاحبؒ کو چونکہ حدیث کی مشہور کتاب "مشکوٰۃ" اول سے آخر تک حفظ تھی اس لئے آپ "مشکواتی" کے عرف سے معروف ہوگئے۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ حضرت شیخ عطارؒ (متوفی ــــــ ھ) کے تتبع میں "منطق الطیر" کے طرز پر بھی ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ آپ حضرت بابا نصیب الدینؒ (متوفی ۱۰۴۷ھ) کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام مسعودؒ غوری تھا۔ آپ کے جدّ امجد دہلی سے کشمیر آئے تھے اور منصب سپہ سالاری و مدارالمہامی پر فائز ہوئے۔ حضرت بابا صاحبؒ کا مزارِ مبارک محلہ گندرپورہ سری نگر میں ہے۔ آپ نے لمبی عمر پا کر ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی تھی۔

[2] "اسرار الابرار" حضرت بابا داؤدؒ مشکواتی کی تصنیف ہے "تذکرہ اسلاف" طبع اول میں غلطی سے اس کتاب کو حضرت بابا داؤدؒ خاکی (متوفی ۹۹۴ھ) کی تصنیف ظاہر کیا گیا تھا۔

Marfat.com

جن کو تکلیف پہنچی۔ تو وہ آدمی کی شکل اختیار کر کے مولانا (جمال الدینؒ) کی خدمت میں آیا اور اپنی تکلیف بیان کی۔ مولاناؒ نے اپنے صاحب زادہ (مولانا قاضی ابوالقاسمؒ) کو اس کام سے منع فرمادیا۔

مولاناؒ گوشت بالکل نہیں کھاتے تھے۔ البتہ کبھی کبھی (وہ بھی مدت کے بعد) تھوڑا سا شوربہ پی لیتے تھے۔ سوائے موٹے پٹو کے ایک لمبے کرتے کے جس کو کشمیر میں "پھرن" کہتے ہیں کوئی اور لباس نہیں پہنتے تھے۔ اور نیچے پر کسی قسم کا فرش نہیں بچھاتے تھے نہ بچھانے کی اجازت دیتے تھے۔ فرماتے تھے جس شخص نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا وہ سلطان جمیع اجسام ہے۔ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

ہر کرا در کارِ حق انجام شد
کار او در جملۂ اجسام شد

آپ نے سری نگر میں انتقال فرمایا"۔ (انتہیٰ ملفظ)
(منقول از کتاب "ملک العلماء" صہ۱۱)

ذوق صاحب مرحوم نے اسی کتاب "ملک العلماء" کے صہ۸ پر فرمایا ہے:۔

(۱۶) " اخوند مولانا جمال الدینؒ علوم دینیہ میں ماہر کامل تھے۔ اصل وطن کشمیر تھا۔ بارادت معنویہ حضرت بابا فتح اللہؒ کشمیری کے پاس سیالکوٹ آئے۔ مولانا کمال الدینؒ (جو مولانا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے استاد تھے) آپ کے چھوٹے بھائی

Marfat.com

تھے۔

مولنٰا جمال الدینؒ کے خوانِ علم سے صدہا لوگ سیر ہوئے
آپ گوشت بہت کم کھاتے تھے۔ ہمیشہ بوریائی فرش پر سوتے۔
حضرت بابا فتح اللہؒ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا تھا۔
آخر عمر میں آپ کشمیر واپس چلے گئے تھے۔

حضرت بابا نصیبؒ اور حضرت شیخ اسمٰعیل چشتیؒ اور دیگر اکابر
ومشائخ وقت مولنٰا کی بابرکت صحبتوں سے مستفید ہوتے رہے
قاضی ابو القاسمؒ عرف ملّا جمالی (جو کشمیر کے قضا پر مامور تھے)
آپ کے نامور فرزند ہیں۔" (انتہٰی)

مستند تاریخی کتابوں کے منقولہ بالا ۱۲ اقتباسات کے مجموعہ سے
حسب ذیل امور ثابت ہیں:۔

(۱) مولنٰا بڈشاہیؒ کا نسب صدیقی ہے (۲) مولنٰا جمال الدینؒ و مولنٰا
کمال الدینؒ سیالکوٹی اور ان کی اولاد کا نسب مولنٰا بڈشاہیؒ سے ملتا ہے
(۳) دونوں سیالکوٹی بزرگ حضرت بابا فتح اللہ حقانی کشمیری رحمہ اللہ
کے مرید ہیں (۴) مولنٰا جمال الدینؒ سیالکوٹی کا مزار مبارک سری نگر کشمیر
کے مشہور قبرستان "ملّہ کوٹہ"[۱] میں واقع ہے۔

ان تاریخی حقائق کو ذہن میں رکھئے ان سے کئی غلط فہمیاں دور ہوں گی جن کا کچھ تذکرہ
ذیل میں کیا جاتا ہے اور کچھ حصہ مولنٰا کمال الدین صاحب رحمہ اللہ کے تذکرہ میں پیش کیا جائیگا۔

---

[۱] یہ قبرستان تین میل کے رقبہ میں ہے۔

Marfat.com

مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی اور شاہ جمالؒ لاہوری

لاہور میں اچھرہ کے قریب دو مختلف مقامات پر دو بزرگوں کے مزارات ہیں۔ ایک بزرگ کا نام شاہ جمالؒ ہے دوسرے بزرگ کا نام شاہ کمالؒ دونوں آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ اس سے بعض حضرات کو غلط فہمی ہو گئی کہ یہ دونوں حضرات وہی ہیں جن کو مولانا جمال الدینؒ اور مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹی کے ناموں سے شہرت حاصل ہے (یہ دونوں بزرگ بھی آپس میں حقیقی بھائی تھے) اور اس غلط فہمی کو اس امر سے مزید تقویت پہنچی کہ شاہ جمالؒ اور شاہ کمالؒ کی اولاد سیالکوٹ میں موجود ہے۔ چنانچہ محترم مولوی نور احمد صاحب فریدی نے (جو متعدد خوب صورت اور ضخیم تاریخی کتابوں کے مصنف ہیں) اپنی کتاب "صدر الدین عارف" کے ص۵۶ میں مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی اور شاہ جمالؒ لاہوری کو ایک ہی شخصیت تصور فرما کر ان کا مزار اچھرہ کے قریب ظاہر کیا ہے۔ بلکہ "تذکرہ اسلاف" طبع اوّل کا مطالعہ کرنے کے بعد موصوف نے راقم الحروف (قاسمی) کے نام اس مضمون کا مکتوب روانہ فرمایا کہ:-

"آپ کے جدّی بزرگ مولانا جمال الدینؒ کشمیری اور مولانا کمال الدینؒ کشمیری سیالکوٹی وہی بزرگ ہیں جن کو شاہ کمالؒ اور شاہ جمالؒ کہا جاتا ہے۔ اور دونوں کے مزارات لاہور اور اچھرہ کے قریب ہیں"۔

Marfat.com

لیکن مجھے اس انکشاف سے اتفاق نہیں ہے۔ میں مولانا جمال الدینؒ اور شاہ جمالؒ نیز مولانا کمال الدینؒ اور شاہ کمالؒ کو مختلف شخصیتیں سمجھتا ہوں اس کے وجوہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) شاہ جمالؒ اور شاہ کمالؒ سادات حسینی میں سے تھے ("صدر الدین عارف" ص۵۶) لیکن مولانا جمال الدینؒ اور مولانا کمال الدین رحمہما اللہ صدیقی النسب تھے (سند کے لئے اوپر مولانا جمال الدینؒ بڈشاہی اور مولانا جمال الدین سیالکوٹیؒ کا تذکرہ پڑھیے)

(۲) مولانا جمال الدینؒ اور مولانا کمال الدین سیالکوٹیؒ حضرت بابا فتح اللہ حقانی کشمیریؒ کے مرید تھے۔ مولانا کمال الدینؒ نے حضرت خواجہ عبد الشہید نقشبندی احراری (متوفی ۹۸۲ھ) سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ اس کے خلاف شاہ جمالؒ لاہوری کسی "گکرا بیگ" نامی بزرگ کے مرید تھے۔ (تحقیقاتِ چشتی و صدر الدین عارف")

(۳) مولانا جمال الدین سیالکوٹیؒ کے عالمانہ وقار علمی مشاغل، درس و تدریس تقوے و طہارت اور ہدایت و ارشاد کے تذکرے تاریخی کتابوں میں جا بجا ملتے ہیں۔ رقص و سرود اور دھمال (مستی کی حالت کا ناچ) کا ذکر ان کی بے غبار سیرۃ میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ لیکن شاہ جمالؒ کے حالات پر مشتمل کتابیں (تحقیقات چشتی وغیرہ) ان کے علمی و تدریسی مشاغل کے تذکرے سے نہ صرف خاموش ہیں بلکہ رقص و سرود اور دھمال کے قصوں کو چٹخارے لے کر ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اب یہ خدا کے

Marfat.com

عالم الغیب ہی بہتر جانتے ہیں کہ سوانح نگار حضرات شاہ جمالؒ صاحب کے معاملے میں اپنی قلّتِ معلومات کی بناء پر ان کی تصویر کا حسین رخ پیش کرنے سے قاصر رہے یا واقعات و حقائق کی تنگ دامانی ہی نے ان کو جانبداری پر مجبور کیا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

(۴) مولانا جمال الدینؒ صاحب کا انتقال ۱۰۱۳ھ میں ہوا "ذکر الصادقین" قلمی ص۲۳ مؤلفہ علامہ صدیق اللہؒ حاجنی سلواری کشمیری و کتاب "ذکر حالات مشائخ و علماء ربانیین" قلمی ص۴۰۲ مؤلفہ شیخ احمدؒ ترالی کشمیری)

اور شاہ جمالؒ لاہوری کی وفات ۱۰۶۱ھ میں واقع ہوئی (تحقیقاتِ چشتی ص۶۲۹)

(۵) مولانا کمال الدینؒ صاحب سیا لکوٹی کا انتقال ۱۰۱۷ھ میں (تاریخ اعظمی ص۱۱۹) اور شاہ کمالؒ صاحب لاہوری کا انتقال ۱۰۸۰ھ میں ہوا تھا (تاریخ لاہور" ص۳۱۸ مؤلفہ رائے بہادر کنہیا لال لاہوری)

(۶) تمام مورخین کشمیر اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت مولانا جمال الدینؒ صاحب کشمیری سیالکوٹی کا مزار مبارک قبرستان "ملہ کواہ" سری نگر میں ہے۔ (اس کا تاریخی ثبوت اوپر مولاناؒ کے تذکرہ میں دیکھئے) اس کے خلاف شاہ جمالؒ صاحب کا مزار اچھرہ (لاہور) کے قریب واقع ہے۔ ان تاریخی دلائل سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ مولانا جمال الدین اور شاہ جمال نیز مولانا کمال الدین اور شاہ کمال مختلف شخصیتوں کے نام ہیں۔

Marfat.com

قطعۂ تاریخ وفات حضرت مولانا جمال الدین سیالکوٹیؒ

ذو المعارف شیخ دیں ملا جمالؒ — بحر عرفاں، آیت فضل و کمال
درّ دریائے علوم من لدن — گنج اسرار و حقائق در مقال
بود تاج عارفیں، درّ ثمیں — فاضل یکتا و فرد بے مثال
پانزدھم از مہ رمضان بیست — محمل رحلت بملک لایزال

وقت رحلت زد رقم روح الامیں
فخر اسلام از پئے تاریخ سال
۱۰۱۲ھ

(منقول از "ذکر الصادقین" قلمی ص ۳۰ مؤلفہ علامہ صدیق اللہ کشمیریؒ)

ایضاً

آہ ملا جمالؒ بدر کمال — فاضل عصر و حبر لاثانی
رہبر خلق و طور نور ھدیٰ — واقف رازہائے پنہانی
رفت خامس ۱۵ عشر ز ماہ صیام — شہر قرآن و ماہ نورانی
روح پاکش براوج علیین — کرد طیران ز عالم فانی

گفت روح القدس ز بہر وفات
سال تاریخ ظل یزدانی
۱۰۱۲ھ

(منقول از "ذکر علماء و مشائخ ربانیین" قلمی ص ۲۰۴ مؤلفہ حضرت شیخ احمد تائبی کشمیریؒ)

Marfat.com

حضرت مولٰنا قاضی ابوالقاسمؒ جمالی

آپ حضرت مولٰنا جمال الدین سیالکوٹی موصوف رحمہ اللہ کے فرزند جلیل تھے۔ علوم و فنون سے آراستہ اور متانت و تمیز سے پیراستہ تھے اکثر علوم اپنے عالی قدر والد سے حاصل کیے۔ دیگر علماء و فضلاء سے بھی استفادہ کیا۔

آپ حضرت قاضی محمد صالحؒ ابن حضرت قاضی موسٰیؒ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے داماد

ے حضرت قاضی موسٰی شہید قدس سرہٗ علم و عمل اور دنیاوی جاہ و حشم کے لحاظ سے اونچے درجہ کے بزرگ تھے۔ یعقوب خاں چک والی کشمیر نے جو نہایت غالی اور متعصب شیعہ تھا آپ کو حکم دیا کہ وہ سُنّیوں کو اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ کے اضافہ کی ترغیب دیں۔ لیکن حضرت قاضی شہیدؒ نے یعقوب خاں کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر یعقوب خاں نے حضرت قاضی صاحبؒ کو شہید کرا کر آپ کی نعش مبارک کو ہاتھی کی دُم سے باندھ کر شہر بھر گشت کرایا۔ تاکہ شہر کے عوام و اعیان کو دہشت زدہ اور مرعوب کیا جائے۔ اس واقعۂ ہائلہ کا اثر یہ ہوا کہ کشمیر کے عوام و خواص میں اشتعال و ہیجان پیدا ہو گیا۔ اور حضرت مولٰنا الشیخ یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ (جو شیخ المحدثین علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے) اور حضرت بابا داؤد خاکی رحمہ اللہ غیرتِ دین کے جوش میں اکبر بادشاہ کے پاس دہلی پہنچے اور بادشاہ کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور چند معقول شرائط پر اس کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اکبر بادشاہ نے کشمیر پر قبضہ کر کے یعقوب خاں چک کو گرفتار کر لیا۔ حضرت قاضی شہیدؒ کی شہادت کا یہ الم انگیز اور دردناک واقعہ ۹۹۳ھ میں پیش آیا (تاریخ کبیر کشمیر فارسی ص ۲۹۲) اور اکبر بادشاہ (بقیہ صفحہ ۵۰)

تھے۔ شاہ جہاں کے عہدِ حکومت میں کشمیر کے قاضی تھے۔ اپنے فرائض منصبی کو دیانت و امانت اور احتیاط سے سرانجام دینے کے بعد انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجدؒ کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ (تاریخ اعظمی فارسی ص۱۳۴)

"تاریخ کبیر کشمیر" کے ص۲۹۳ میں لکھا ہے:-

"قاضی ابوالقاسمؒ خلف ارشد و شاگرد مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی و داماد نیک نہاد قاضی محمد صالحؒ ابن قاضی موسیٰؒ شہید بود و از پیش عم خود مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹی ہم خلد تعلیم صوری و معنوی نمودہ بود و از علماءِ دیگر ہم استفادہ کردہ بر منصب قضا

(بقیہ حاشیہ ص۴۹) نے کشمیر پر ۹۹۴ھ میں قبضہ کیا (علماءِ ہند کا شاندار ماضی" جلد ا ص۳۷) اور یعقوب خان آنجہانی جو چار پانچ سال تک روپوش ہو کر شورش کرتا رہا ۹۹۹ھ میں گرفتار ہوا (شاندار ماضی ص۳۷) واقعۂ شہادت کے سلسلہ میں یہ ایمان افروز واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ جب یعقوب خان کے نمک خوار حضرت شہیدؒ کی نعش مبارک کو گشت کراتے ہوئے آپ کے در دولت کے پاس سے گزرے تو آپ کی بوڑھی والدہ ماجدہؒ اپنے لخت جگر کو آخری نظر دیکھنے کے لئے مکان سے باہر آئیں اور اپنے مقدس بیٹے کو دیکھ کر نہ گریہ کیا نہ واویلا، نہ ضربِ خد و نہ شقِ جیب، بلکہ:-

"شکر و سپاس بدرگاہ پروردگار بجا آورد کہ فرزند دلبندش سرِ خود را در راہِ او داد و شہید گردید" (تاریخ کبیر کشمیر ص۲۹۲)

رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمَا وَعَلٰى ابْنِهِمَا رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

Marfat.com

وامینیِ عدالت اعتبار کلّی حاصل فرمود و در موضع صفاپور، حدیقۃ آباد که به "باغ قاضی" مشہور است چوں رحلت کرد در مقبرۂ پدر بزرگوار خود که در "ملہ کواہ" واقع است بخواب آخرت آسود۔"

آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے باکمال بزرگ گذرے ہیں۔ چنانچہ کشمیر کے مشہور عارف باللہ بزرگ حضرت بابا مجنونِ نرورری (نروره سری نگر کا ایک محلہ ہے) حضرت قاضی ابو القاسمؒ کے شاگرد تھے:۔

"بابا مجنونؒ نرورری جامع علوم ظاہریہ و باطنیہ شاگرد قاضی ابوالقاسمؒ خلف مولانا جمال الدینؒ بود از خدمتِ مولانا جمال الدینؒ ہم استفادہ کرد۔" (تاریخ اعظمی ص۱۴۲)

اور حضرت بابا مجنونؒ نرورری زُبدۃُ السالکین والعارفین حضرت بابا مسعودؒ نرورری (کشمیر کے عظیم بزرگ) کے پوتے تھے (تاریخ کبیر کشمیر ص۲۰۹)

؎ حضرت بابا مسعودؒ نرورری سُہروردی حضرت سید محمد کرمانی رحمہ اللہ (مدفون محلہ تاشوان متصل اردو بازار سری نگر) کے خلفاء اور شہر کے اغنیاء میں سے تھے۔ احیاءِ سُنّت اور ردِّ رفض و بدعت کے سلسلہ میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں (اعظمی ص۱۱۲ کبیر ص۱۷۶/۱۷۷)

راقم الحروف (محمد بہاء الحق قاسمی) کے نانا پیر احمد شاہ صاحب مرحوم (متوفی ۱۹۰۶ء) حضرت بابا مسعودؒ نرورری کی اولاد سے تھے (تاریخ اقوام کشمیر جلد اول ص۳۵۸) (بقیہ حاشیہ ص۵۲ پر)

Marfat.com

حضرت بابا مجنونؒ زوری کی تاریخ وفات " ستونِ دین افتاد"
۱۰۶۶ھ
سے نکلتی ہے (تاریخ اعظمی ص۱۳۴ تاریخ کبیر ص۲۰۰)

(بقیہ حاشیہ از ص۵۱) حضرت علامہ مولانا پیر محمد انور شاہ صاحب محدث کشمیری سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند (متوفی ۳ صفر ۱۳۵۲ھ) اور حضرت پیر محمد عبد الغفار شاہ صاحب کشمیری لاہوری (متوفی ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء) بھی حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد میں سے ہیں۔

کشمیر کے مشہور سیاسی رہنما شیخ محمد عبد اللہ صاحب سلمہٗ کے دست راست مولانا محمد سعید صاحب مسعودی سلمہ اللہ بھی مسعودی خاندان سے ہیں۔

متحدہ ہندوستان کے مشہور شاعر اور ادیب آغا حشر کاشمیری مرحوم (متوفی ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء مدفون قبرستان میانی صاحب لاہور) بھی اسی خاندان کے ایک فرد تھے (تاریخ اقوام کشمیر جلد اول ص۵۷)

حضرت بابا مسعودؒ زوری اور حضرت بابا مجنونؒ زوری دونوں بزرگوں کے مزارات محلہ زورہ سری نگر کشمیر میں ہیں۔

Marfat.com

حضرت مولٰنا قاضی محمّد عارف رحمۃ اللہ

آپ حضرت مولٰنا قاضی ابوالقاسم جمالیؒ کے صاحبزادہ اور حضرت مولٰنا جمال الدینؒ ستیاکوٹی کے پوتے تھے۔ پادشاہ شاہ جہاں کی طرف سے سفیر مقرر ہوکر ایران تشریف لے گئے۔ پادشاہ کے مقرّب ترین اور ممتاز لوگوں میں سے تھے۔ علوم و فنون میں فاضلِ یکتا، قلم کے دھنی، اور شعر و سخن کے فن میں فردِ بے مثال تھے۔

خواجہ محمّد اعظم مرحوم "تاریخ اعظمی ص۱۷۲" میں ان کی نسبت رقمطراز ہیں:-

" قاضی محمّد عارف خلف قاضی ابوالقاسمؒ نبیرۂ مولٰنا جمال الدینؒ است کہ ذکرش گذشت۔ در زمانِ شاہ جہانی بیاوریِ اقبال پیش آمدہ بعنایاتِ سلطانی امتیاز حاصل نمود بتقریبِ وقائع نگاری سفارتِ ایران سلاطینِ آں جار ابحسنِ لطائف جواب دہ بود۔ با وصفِ مشاغلِ دنیوی بہرۂ تامہ از سخندانی داشت۔ ایں رباعی را باستشہادِ آں در صحیفہ برنگاشت۔

رباعی

خواہم ازیں نشیب و لپستی برہم
وز ننگِ خودی و خود پرستی برہم
یک جُرعہ ز جامِ نیستی نوش کنم
از کشمکشِ خمارِ ہستی برہم

Marfat.com

وَلَہٗ

شاذان دیر تر بہ بخشد کام
کہ دہد جلوہ کبریائی را
نہ زان توقف کند کہ دریابی
ذوق دریوزہ گدائی را

"چنانکہ بمکتوبے از جناب عُروۃُ الوُثقیٰ شیخ محمدؒ معصوم عہ
سرافراز است و آن مکتوب در جلد ثالث مرقوم است۔"

"تاریخ کبیر کشمیر" ص ۲۹۶ میں بزمرۂ علماء و فضلاء حضرت قاضی محمد عارفؒ
صاحب کا ذکر خیر ان الفاظ میں ملتا ہے:-

"صاحب کمال در علوم و فنون از مقربان شاہ جہان بود۔"

عہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ صاحب سرہندی (متوفی ۱۰۷۹ھ) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (متوفی ۱۰۳۴ھ) کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے حضرت قاضی محمد عارفؒ کے ایک سوال کے جواب میں ایک طویل مکتوب گرامی رقم فرمایا تھا جس کا آغاز بایں الفاظ ہوتا ہے:-

"بقاضی عارفؒ کشمیری۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ جناب کمالات دستگاہ فضائل و فواضل پناہ را بشمول عنایات خویش داشتہ بمعارج قرب ترقیات بے اندازہ کرامت فرماید۔" (مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب نمبرہ ص ۱۸ مطبوعہ امرتسر)

ان گرانقدر الفاظ سے جو ایک مشہور فی الآفاق ولی اللہ کے قلم سے نکلے ہیں حضرت قاضی صاحبؒ کے مقام بلند کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

در ایران رفته وقائع نگاری با سلاطین صفوی بحسن کلام جواب و سوال می کرد از جناب شیخ محمد معصوم سرہندی یک مکتوب بنامِ اُو مسطور است کہ در جلد سوم مکتوبات شریفہ موجود است۔"
اسی کتاب کے ص۴۴۳ میں شعرائے نامدار کے زُمرہ میں بھی آپ کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔

شوئیِ ظن اور اس کی حقیقت اس مقام پر یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ بعض تاریخی کتابوں میں ایک واقعہ کے سلسلہ میں حضرت قاضی محمد عارف صاحب اور ان کے والد گرامی قدر حضرت قاضی ابوالقاسم کی طرف سہل انگاری اور بد اندیشی سے منسوب کیا گیا ہے جو محض غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ :-

"کشمیر کی فضا میں تبرا جیسے خلافِ عقل و تہذیب اور زہریلے مرض نے وبائے عام پیدا کر دی تھی۔ حق اور ناحق کی حمایت میں طرفین سے کشت و خون کا بازار گرم ہوا۔ شاہ جہاں بادشاہ کا عہد معدلت مہد تھا حاکم و ناظم کشمیر مظہر خاں تھے۔ بمشکل بلوہ فرو کیا گیا۔ قاضی محمد عارف اور قاضی ابو القاسم کا عدالتی بورڈ مقدمہ کے تصفیہ کے لئے بیٹھا۔ زیادتی اہلِ تشیع کی ثابت ہوئی۔ مگر اہلِ تشیع کا نفوذ یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ ان دونوں قاضیوں کی ہمت نہ پڑی کہ اہلِ تشیع کو سزا دیں" (علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد اول ص۴۸۵-۴۸۶ مؤلفہ سید محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی)

یہاں تک تو خیر ٹھیک ہے کہ تبرائی بلوائیوں کو دونوں قاضیان ذوی الاحترام مجرم قرار

ع تاریخ اعظمی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت قاضی ابوالقاسم کے ساتھ پیش (بقیہ ص۵۶)

دینے کے باوجود سزا نہ دے سکے۔ اس لئے کہ تبرائیوں کا زرعہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ لیکن بقول خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم کشمیر کا صوبیدار تبرائی مجرموں کو پیش کرنے میں سہل انگاری کر رہا تھا۔ چنانچہ تاریخ اعظمی کے الفاظ یہ ہیں :-

" در احضار آنہا از طرف صوبدار اندک تساہلے رو دادہ
مردم بشورش آمدہ اند و قاضی (ابوالقاسمؒ) را منسوب بمداہنت نمودہ"
(ص ۱۳۸)

پس تساہل و مداہنت کا الزام اگر عاید ہو سکتا ہے تو وہ صوبیدار کشمیر پر عائد ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور تھی قاضی اور جج کا کام یہ ہے کہ وہ ملزموں کے خلاف لگائے گئے الزامات کی چھان بین کرے اگر وہ مجرم ثابت ہو جائیں تو ان کو پھانسی پر لٹکانے یا جیل بھیجنے کا فرض اسی محکمہ یا حکومت کے اس با اختیار افسر پر عائد ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں سیاسی اور فوجی قوت ہو اس کا فرض ہے کہ وہ عدالت کے فیصلہ کو نافذ کرے۔

اور ظاہر ہے کہ قاضی صاحبان موصوف الصدر (یا قاضی ابوالقاسمؒ) نے اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی یا غفلت نہیں برتی۔ بلکہ انہوں نے مجرموں کو صاف لفظوں میں مجرم قرار دیا اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ جو لوگ کر سکتے تھے انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ یا اگر حسن ظن سے کام لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ نہیں کر سکے۔

(بقیہ صفحہ ۵۵) آیا تھا۔ لیکن "علمائے ہند کا شاندار ماضی" کے فاضل مؤلف نے اس سلسلہ میں حضرت قاضی ابوالقاسمؒ کے علاوہ ان کے صاحبزادہ حضرت قاضی محمد عارف کا نام بھی لیا ہے۔ معلوم نہیں اس کا ماخذ کیا ہے۔

Marfat.com

علامۂ مشرقین، معلمِ ثقلین، مطلع انوار لایزال
حضرت آخوند مولنا ابو الرضا کمال رحمۃ اللہ

آپ حضرت مولنا جمال الدین بدشاہی کی اولاد میں سے اور حضرت مولنا جمال الدین سیالکوٹی کے چھوٹے حقیقی بھائی اور حضرت بابا فتح اللہ حقانی کے داماد تھے۔ آپ اپنے وقت کے شہرۂ آفاق علماء و صلحاء میں سے تھے۔ ساری عمر درس و تدریس اور تعلیم و تربیت میں گذاری۔ چند تاریخی کتابوں کے حسب ذیل اقتباسات سے حضرت مولنا کی سیرۃ، آپ کی علمی خدمات، اور عملی کمالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے (آپ کے نسب اور مدفن اور اس سلسلہ میں بعض مؤرخین کی غلط فہمیوں کا تذکرہ اقتباسات مذکورہ نقل کرنے کے بعد کیا جائے گا)

خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مزی کشمیری مرحوم تاریخ اعظمی کے ص۱۱۹ میں زیر عنوان "مطلع انوار لایزال" فرماتے ہیں :-

(۱) "برادر مولنا جمال است۔ حلالِ دقائق و کشافِ حقائق بود۔ نسبتِ علمی غالب داشت چنانچہ برادر عالی قدرش را جہتِ تقوی راجح بود۔ با وصف آں مجموعۂ علم و عمل و زہد و تقوی بود علاقۂ دامادی بخدمت بابا فتح اللہ بارادتِ معنوی جمع کردہ و سلوکِ باطن در صحبتش نمودہ

Marfat.com

بعد آن در خدمت با برکت حضرت خواجه عبدالشہید[1] علیہ نقشبندی احراری کہ از احفاد امجاد مقرب پروردگار حضرت خواجہ عبیداللہ احرار است رسید وبہرہ مند کمالات گردید۔ در سیالکوٹ ولاہور مسندِ افادۂ علوم بر آراست۔ وعالمے از فیض خدمتش بصاحب کمال برخاست۔ درس فن وحکایات آنہا در مدرسہ وادِ مشہور است وکرامالتش در افواہ مذکور۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی[3] فاروقی ہم اوائل حال کسب علوم صوریہ در صحبت او کردہ و علماء بسیار مثل مولانا عبدالحکیم[4] سیالکوٹی

---

[1] متوفی ۹۸۲ھ (منقول از سفینۃ الاولیاء ص۲۳۲)

[2] متوفی ۹۹۵ھ

[3] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات محتاج توصیف وتعارف نہیں۔ آپ کا مزارِ مقدس سرہند شریف (بھارت) میں مرجع انام ہے سن وفات ۱۰۳۴ھ ہے۔

[4] حضرت ملا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ مشہور جلیل القدر عالم وفاضل تھے۔ آپ کی بلند پایہ تصانیف عالم اسلامی میں خاص شہرت رکھتی ہیں آپ شاہ جہاں بادشاہ کے مشیر خاص تھے۔ بادشاہ نے دو مرتبہ ان کی برابر سونا تول کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور بہت کچھ جاگیر وعطیات بخش کئے۔ ("شاندار ماضی" جلد اول ص۲۹۵)

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس اللہ سرہٗ کو سب سے پہلے آپ ہی نے "مجدد الف ثانی" فرمایا تھا (سفینۃ الاولیاء مولفہ شہزادہ دارا شکوہ ص۱۶۱)

Marfat.com

از خدمتش مستفید گردید۔ چوں اجل موعودش رسید در لاہور رحلت فرمودہ ہمانجا آسودہ در سنہ ہزار و ہفدہ۔ تاریخ وصال چنیں است ع ملحق حق قطب وتاج اولیا ملا کمال

۱۰۱۷ھ

جناب مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکین سرائے بلی کشمیری مرحوم لکھتے ہیں :۔

(۲) " ملا کمال الدین رح از کردہ برادر خود کمال داشت و از خدمت خواجہ عبد الشہید رح احراری نقشبندی بکمالات ظاہری و باطنی فائز گردیدہ عمر خود را در سیالکوٹ و لاہور در تعلیم و تعلیم صوری و معنوی صرف نمود۔ و آنچنہ از خدمت آنجناب کامیاب می شدند و شاگردان برجستہ بہم رسانید و حضرت مجدد الف ثانی سرہندی و ملا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہما از شاگردانِ وے اند و در سال یک ہزار و ہفدہ ندائے ارجعی شنیدہ رخت انتقال بربستہ در شہر لاہور مدفون گردید"۔ (تاریخ کبیر کشمیر ص۱۶۶)

میر سعد اللہ خاں صاحب کشمیری شاہ آبادی فرماتے ہیں :۔

(۳) " ملا کمال الدین رح برادر ملا جمال الدین رح عالم بے نظیر بود۔ ملا عبد الحکیم رح سیالکوٹی و شیخ احمد رح سرہندی از مستفیدانِ ایشاں اند الخ رحلت فرمودہ در لاہور مدفون است نسب ایشاں صدیقی است

Marfat.com

وصحیح ترین۔ این قول است۔" (تاریخ باغ سلیمانی قلمی صـ۲۱۱)
ملا احمد بن الصبور کشمیری لکھتے ہیں :۔

(۴) "ملا جمال الدینؒ و ملا کمال الدینؒ ہر دو برادر جامع کمالات ظاہری و باطنی بودند۔ نسب ایشاں صدیقی گفتند و این صحیح ترین است۔ مرقدِ ملا جمال الدینؒ در کشمیر است و مرقد ملا کمال الدینؒ در لاہور است۔" (تاریخ ہادی قلمی صـ۲۰۱)
شیخ عبد الوہاب نوری کشمیریؒ فرماتے ہیں :۔

(۵) "مولٰنا کمال الدین نیز از اصحاب بابا فتح اللہؒ است و داماد وے بود خوارق بسیار از وے بظہور آمدہ از یکے تلامذۂ وے منقول است کہ در بلدۂ لاہور بمدرس پسرش ملا محمد رضاؒ المعروف بہ "حکیم دانا" بودم کہ روزے مرد نورانی درپیش مولٰنا کمال الدینؒ باستفادۂ علمی پیش آمد۔ چوں باکسے از تلامذہ آشنا نبود متفحص حال وے شدند۔ مولٰناؒ مطلع آں شدہ بزجر و توبیخ منع ازاں فرمود تاکسی واقفِ این سِر نشود پس بمقتضائے "الانسانُ حریصٌ علیٰ ما مُنِعَ" بعد فراغ درپیش بعضے یاراں درعقب وے شدند۔ دیدند کہ در یک حجرہ بمطالعہ مشغول است۔ چوں آنہا را بدید بسیار متاذی شد وگفت کہ از افشاء این راز مرا از صحبت استاد محروم ساختند (الیٰ آن قال) بعد ازاں در مجلس علماء حاضر نشد مولٰناؒ

ازیں جہت اناں منع کردہ بود کہ ایذاءِ مومن حرام است۔
قَدَّسَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِسِرِّہِ الاقدس۔
"فتحاتِ کبرویہ" مخطوطہ ص۲۱۴)

پیر حسن شاہ صاحب کشمیری مرحوم متوفی ۱۳۱۶ھ اپنی کتاب "تاریخ حسن" حصہ سوم بعنوان "اسرار الاخیار" قلمی کے ص۱۲۹ میں رقمطراز ہیں:-

(۶) "اخوند ملا کمالؒ برادر ملا جمال حلالِ دقائق وکشافِ حقائق بود۔ مریدِ خاص ددا کا رِ با اختصاصِ بابا فتح اللہؒ ثانی است از کردۂ مولنا جمالؒ نسبتِ علمی غالب داشت ودر خدمتِ بابرکت خواجہ عبدالشہیدؒ نقشبندی کہ از احفادِ خواجہ عبید اللہؒ احرار بود رسیدہ بکمالاتِ صوری ومعنوی فائز گشت پس مدۃ عمر خود در لاہور وسیالکوٹ بتدریس علوم ظاہری و باطنی اشتغال نمود وعالمے از فیوض خود فائز فرمود فرقۂ ازجنۂ ہم در خدمتِ ایشاں برائے اخذِ تعلیم می آمدند۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی وملا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی از شاگردانِ وے اند چوں رحلت فرمود درلاہور آسود تاریخ رحلت:-

ملحقِ حق قطب وتاج اولیا ملا کمال

۱۰۱۷ھ

جناب مولوی رحمن علی صاحب سابق ممبر اسمبلی (دیوان انڈیا) اپنی کتاب

"تذکرہ علمائے ہند" مطبوعہ ص ۲۲ میں فرماتے ہیں:-

(۷) "ملا کمال الدین لاہوری برادر ملا جمال الدین جامع علم و عمل و زہد و تقوی بود۔ مدت مدید در لاہور و سیالکوٹ بر مسند تدریس و تلقین متمکن بودہ افادہ و افاضۂ خلائق می نمود۔ شیخ احمد مجدد الف ثانی و ملا عبدالحکیم سیالکوٹی از ارشد تلامذۂ وے اند بسال ہزار و ہفدہ ہجری در بلدۂ لاہور وفات یافتہ مگر فی زماننا قبرش مفقود است۔ تاریخ فوتش چنیں است:-

ملحق حق قطب و تاج اولیا ملا کمال

۱۰۱۷ھ

مولانا فقیر محمد صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر و مالک "سراج الاخبار" جہلم نے اپنی کتاب "حدائق الحنفیہ" کے صفحہ ۴۰۱ میں مولانا کمال الدین صاحب سیالکوٹی کے متعلق تحریر فرمایا ہے:-

(۸) "آپ مولانا جمال الدین کے بھائی تھے بڑے عالم فاضل، شیخ کامل، حلال دقائق، کشاف حقائق، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ جس طرح آپ کے بھائی کی جہت تقوی غالب تھی اسی طرح آپ کی نسبت علم غالب تھی اور باوجود اس کے آپ مجموعۂ علم و عمل و زہد و تقوی تھے۔ مدت تک سیالکوٹ و لاہور میں مسند تدریس و تلقین پر متمکن رہ کر دور اور نزدیک کے لوگوں کو علوم ظاہری و باطنی سے مستفید فرماتے رہے۔ چنانچہ شیخ احمد مجدد الف ثانی اور مولنا

عبدالحکیم سیالکوٹی نے علوم ظاہری آپ سے ہی حاصل کر کے کمال حاصل کیا۔ وفات آپ کی ۱۰۱۷ھ میں شہر لاہور ہی میں ہوئی۔ لیکن قبر آپ کی فی زمانہ مفقود الخبر ہے۔

حید لقمۂ فیض آپ کی تاریخ وفات ہے۔

۱۰۱۷ھ

مولٰنا ابوالحسنات صاحب ندوی اپنی کتاب "ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں" کے صفحہ ۹۲ میں لکھتے ہیں:۔

(۹) "لاہور کی علمی ترقی دہلی پر مقدم ہے لیکن کچھ دنوں کے لئے دہلی کے مقابلے میں اس کا چراغ ٹمٹماتا رہا آخر میں پھر اس کو ایک مرتبہ فروغ حاصل ہوا جس کا سبب مولٰنا کمال الدین کشمیری مولٰنا جمال الدین تلہ، مفتی عبدالسلام اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی جیسے نامور علماء کی ذات ہے۔ ان بزرگوں کے فیض سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہوئے"۔

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم نے حضرت مولٰنا کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات قدرے تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ فوق صاحب مرحوم

ع مولٰنا جمال الدین تلہ لاہور کے باشندہ اور مولٰنا جمال الدین سیالکوٹی کے علاوہ ایک اور بزرگ تھے۔ آپ حضرت ملا اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ (اُچ والے) کے شاگرد تھے۔ (منتخب التواریخ" ملا عبدالقادر بدایونی ص۳۱) اکبر کے زمانہ میں محلہ "تلہ" اس جگہ واقع تھا۔ جہاں آج کل میوہسپتال اور سرائے رتن چند ہے۔ آپ کی اس محلہ میں عظیم الشان درسگاہ تھی (مجلہ نقوش" لاہور نمبر" ص۴۶۴، ۴۶۵)

Marfat.com

نے ایک مقام پر لکھا ہے :۔

(۱۰) "اکبر بادشاہ نے جب کشمیر کو سلطنت ہند کے ساتھ ملحق کیا تو وہاں مغل گورنر مقرر ہونے لگے جن کو ناظم یا صوبیدار کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں کشمیر کے ایک جید عالم کسی بات پر اکبری گورنر سے ناراض ہو کر سیالکوٹ چلے آئے جہاں ان کے ہم وطن اس زمانہ میں موجود تھے۔ جب تاتار خاں حاکم لاہور تھا اور ہندوستان کا تخت شیر شاہ سُوری کے پاؤں چُوم رہا تھا اور کشمیر کے شیعہ چک بادشاہ علماء اہلِ سُنّت سے اس قدر ظلم و تعصب سے پیش آرہے تھے کہ کئی سُنّی مسلمان ظلم و جبر برداشت نہ کر سکنے کی بناء پر جلا وطنی کے لئے مجبور ہو جاتے تھے۔ اس جید عالم اور اس فاضل بزرگ کا نام مولٰنا کمال الدین رح تھا۔

سیالکوٹ اس وقت راجہ مان سنگھ کی جاگیر میں تھا۔ اس کا کاردار بڑی عزت سے پیش آیا۔ اور عوام النّاس خصوصًا ان کے ہم وطنوں نے مولٰنا کمال الدین رح کے آنے پر بڑی خوشی ظاہر کی کشمیر کی تاریخوں میں مولٰنا رح کے تفصیلی حالات درج ہیں ان کا کچھ خلاصہ درج ذیل ہے :۔

مولٰنا کمال الدین رح مولٰنا جمال الدین رح کے بھائی اور حضرت بابا فتح اللہ رح حقانی کے مرید و داماد تھے۔ خواجہ عبدالشہید رح احراری نقشبندی کے ارادت یافتہ بھی تھے۔ انہی دو بزرگوں کے فیضِ صحبت

اور توجہ ظاہری و باطنی سے

"علامۂ مشرقین اور معلم ثقلین"

مشہور تھے۔ حضرت بابا داؤد مشکوٰتی "اسرار الابرار" میں آپ کے حالات میں لکھتے ہیں ؎

چوں دانش اندر تعلم پیشیا آں آگاہ بود
نور رضا ملا کمال ازیں درگاہ بود

کشمیر کے بہت سے تذکروں میں لکھا ہے کہ مولانا کو عالم جنات پر بھی فتوحات حاصل تھیں۔ ہم حضرت .... سرار الابرار" سے (کہ عہد شاہ جہاں کی تصنیف ہے) اور اس کے مصنف بابا داؤد مشکوٰتی نے مولانا کمال الدین کے ایک شاگرد سے ملاقات کی ہے۔ ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔

بابا داؤد مشکوٰتی لکھتے ہیں۔ "میں ایک مرتبہ اپنے پیر کی خدمت میں تبت کے ملک میں تھا وہاں مولانا کمال الدین کے ایک شاگرد سے ملاقات ہوئی جس نے مولانا کمال کے کمال کی بہت سی باتیں بیان کیں۔ اس نے بیان کیا کہ میں مولانا کمال الدین کے مدرسہ لاہور میں پڑھتا تھا۔ محمد رضا کہ اپنی حکمت و دانائی اور اپنے تبحر علم کی وجہ سے "حکیم دانا" کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ اور جو مولانا کے فرزند تھے اور میرے ہم سبق۔ مولانا ہم سب کو درس دے رہے تھے کہ ایک مرد نووارد نے مولانا کی خدمت

میں آکر تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مولنا نے بخوشی قبول فرمایا۔ چونکہ اس شخص کو پہلے کسی نے دیکھا تک نہ تھا۔ اور اس کے چہرہ سے سفر وکوفت کے آثار بھی ظاہر نہ تھے چہرہ سے نور برس رہا تھا۔ اس لئے طلبہ نے تعجب سے اس کا وطن وغیرہ پوچھا۔ اور سفر کی کیفیت دریافت کی۔ مولنا کو خبر ہوئی تو آپ نے طلبہ کو دریافت حالات اور استفسارات سے منع فرمایا۔ چونکہ انسان حریص ہے خصوصًا جس بات سے اس کو منع کیا جائے اس کی خواہش بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ہم سب نے درس کے بعد اس کو گھیر لیا۔ اور اس سے پھر وہی استفسار کیا۔ ہمارے استفسارات سے تنگ آکر اس مرد نورانی نے ایک جست لگائی اور مدرسہ کی دیوار کو ایک ہی چھلانگ میں طے کر لیا۔ ہم سب انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور ہمت کر کے اس کے پیچھے دوڑے۔ دیکھا کہ ایک گڑھے میں بیٹھا ہوا کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے جب ہم وہاں پہنچے تو اس نے خفگی کے لہجہ میں کہا۔ تم نے کیوں ایسا کام کیا کہ مجھ کو ایسے قابل استاد کی صحبت سے محروم ہونا پڑا۔ ہم نے کہا ہم تمہارا راز افشا نہ کریں گے تم استاد کی صحبت ترک نہ کرو۔ اس نے کہا ہمارے آداب ورسوم کے یہ خلاف ہے کہ جہاں ہمارا راز ظاہر ہو جائے وہاں ہم اپنی بود وباش رکھیں۔ یہ کہہ کر وہ پھر ایسا غائب ہوا کہ کبھی اس کی صورت نظر نہ آئی۔

جب اس واقعہ کا علم مولانا کمال الدینؒ کو ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا اسی خیال سے منع کیا تھا کہ ایک مومن بھائی کو تکلیف دینا حرام ہے۔ مگر تم لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا۔

مولانا کمالؒ کے شاگرد کے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ سیالکوٹ کے مولاناؒ لاہور میں بھی ایک درسگاہ رکھتے تھے اور یہ کہ لوگ دُور دُور سے حصولِ علم کے لئے آپ کے پاس کھنچے چلے آتے تھے۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فوق صاحب مرحوم لکھتے ہیں:۔

"شیر شاہ سُوری کے زمانہ سے لے کر اکبر کے ابتدائی عہد تک میاں ڈار کشمیری سیالکوٹ کا ایک نامور مالگذار اور جاگیردار گذرا ہے۔ مولانا کمال الدینؒ نے اس کی عالی شان مسجد میں قرآن وحدیث اور دیگر علوم کا درس جاری کیا۔ جہاں علوم کے پیاسے جوق در جوق آکر سیراب ہونے لگے۔ مولاناؒ کے فیضِ صحبت اور تعلیم کی برکت سے فقہ، حدیث، تفسیر اور منطق و فلسفہ میں ایسے ایسے نامور لوگ پیدا ہوئے کہ مولاناؒ کے کمال کی شہرت ہو گئی۔ جن شاگردوں نے استاد کا نام روشن کیا۔ ان میں ایک مولانا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی بھی تھے۔" تاریخ سیالکوٹ" میں جو دوسری تاریخوں کی نسبت واقعاتِ سیالکوٹ کے لحاظ سے زیادہ معتبر ہونی چاہئیے تھی مولانا عبدالحکیمؒ کے استاد کا نام عبدالکریم مدرج ہے۔ حالانکہ دیگر تمام قدیم وجدید تذکرے مولانا عبدالحکیمؒ کے استاد کا نام مولانا کمال الدین بتاتے ہیں

جو صحیح و درست ہے۔ مولانا کمال الدینؒ کا سنہ وفات ۱۰۱۷ھ بعہد جہانگیری بتایا جاتا ہے۔ آپ نے سیالکوٹ میں[1] انتقال فرمایا مگر اب مزار کا کچھ پتہ نہیں چلتا"

(منقول از کتاب "ملک العلماء مولانا عبد الحکیم" صفحہ ۹ تا صفحہ ۱۱)

پھر اسی کتاب (ملک العلماء) کے صفحہ ۸۰ میں توفیق صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:-

(۱۱) "اخوند ملا کمالؒ، مولانا جمالؒ کے چھوٹے بھائی اور مولانا عبد الحکیمؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور نواب سعد اللہ خانؒ[2] وزیر شاہ جہان جیسے اولو

---

[1] یہاں سیالکوٹ کا لفظ سہواً لکھا گیا ہے۔ مولاناؒ کا انتقال لاہور میں ہوا تھا۔ خود توفیق صاحب مرحوم نے بھی اسی کتاب کے صفحہ ۸۰ پر لاہور ہی لکھا ہے۔

[2] آپ اصل میں چنیوٹ (پنجاب) کے باشندہ تھے۔ پھر لاہوری ہو گئے۔ آپ حافظ قرآن، علوم نقلیہ و عقلیہ کے ماہر، نیک پرہیزگار، غریب پرور اور رحمدل وزیر اعظم تھے۔ شیخ سعد اللہ لاہوری کے نام سے مشہور تھے۔ بعد میں "علامی سعد اللہ خان" کے نام سے شہرت پائی۔ ۱۰۶۶ھ میں عارضہ فالج میں مبتلا ہوئے۔ بادشاہ نے شاہی اطبا سے علاج کرایا۔ بادشاہ کئی دفعہ عیادت کے لئے آپ کے مکان پر آیا۔ لیکن علامی صاحبؒ جانبر نہ ہو سکے۔ اور آخر جمادی الآخری ۱۰۶۶ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کی وفات پر بادشاہ نے زار زار رویا۔ علامی صاحبؒ پہلے خستہ حال تھے۔ ان کی طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ ان کے استاد (مولانا کمال الدینؒ) نے ان کی نسبت فرمایا "بادشاہ کے وزیر اعظم کو بلاؤ"۔ طلبہ کو تعجب ہوا۔ تو حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شاگردوں کے استاد تھے۔ شیخ سالِ سلالِ دقائق، کشافِ حقائق، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ اور مجموعۂ علم وعمل وزہد وتقوی تھے۔ مگر نسبتِ علمی بہت غالب تھی۔ سیالکوٹ اور لاہور میں مدت تک مسندِ تلقین وتدریس پر متمکن رہ کر دور ونزدیک کے لوگوں کو علوم ظاہری وباطنی سے مستفیض کرتے رہے۔ اکبر اور جہانگیر کے دربار میں بڑی وقعت تھی۔ ۱۰۱۷ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ آپ حضرت شیخ یعقوبؒ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸) یہی سعد اللہ جو اس وقت عشرۃ حالت میں ہے مدرسۂ اعظم ہوگا (" علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد اول از ۳۵۹ تا ۳۶۱ کا حاشیہ) اس واقعہ سے حضرت مولانا کمال الدینؒ کا صاحب کشف ہونا بھی ظاہر ہے۔ علامی صاحبؒ موصوف سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے استاد بھی تھے (کتاب مذکور ص۳۶۵ کا حاشیہ بحوالہ " احکام عالمگیری" ص۱۴ حاشیہ نمبر ۱۲۷)

علہ حضرت شیخ صرفی رحمہ اللہ کشمیر کے عظیم وجلیل القدر علماء ومشائخ میں سے تھے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ حسن عاصمی گنائی تھا۔ جو سلطنت کشمیر کے بہت بڑے رکن تھے آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی عرف مولانا جامیؒ (متوفی ۱۸ محرم ۸۹۸ھ) کے شاگرد رشید مولانا محمدؒ سے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی اور محترم استاد کی پیش گاہ سے " جامی ثانی" کا خطاب حاصل کیا پھر عبادت وریاضت میں مشغول ہوئے۔ اور حضرت امیر کبیر سید علیؒ ہمدانی کی مدد عات سے اُویسی نسبت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد شیخ کمال الدین احسنی خوارزمی کی خدمت میں ارادت وبیعت کے لئے حاضر ہوئے۔ مگر شیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسین خوارزمی (بقیہ ص۷۰پر)

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹) کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیا۔ جو سمرقند میں قیام فرما تھے۔ حضرت شیخ صرفیؒ سمرقند پہنچ کر شیخ کی خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے۔ تو حضرت شیخؒ نے دروازہ پر استقبال کیا۔ پھر بیعت سے مشرف فرما کر مطبخ کے لئے لکڑیاں چُننے کی خدمت سپرد کی تھوڑے ہی عرصہ میں درجۂ کمال حاصل کر کے خرقۂ خلافت سے فائز المرام ہوئے۔ پھر وطن اصلی (کشمیر) میں تشریف لا کر سلسلہ ارشاد جاری کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اپنے شیخؒ کی زیارت کے لئے دوبارہ سمرقند پہنچے۔ اور حضرت شیخؒ کی رفاقت میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر واپسی میں مشہد مقدس پہنچے۔ اس زمانہ میں بادشاہ طہماسپ صفوی کا دور دورہ تھا جو متعصب شیعہ تھا۔ اور اگرچہ اس نے اپنی مخصوص اغراض کے تحت افغانیوں کو ہندوستان سے ختم کرنے کے لئے ہمایوں کو امداد دی تھی۔ مگر خود اپنے ملک میں اہلِ سنّت کو تلوار کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ حضرت شیخ یعقوبؒ صرفی بادشاہ مذکور کے پاس تشریف لے گئے۔ ظاہری افہام و تفہیم اور روحانی تاثیرات سے اس کو اتنا متاثر کیا کہ وہ اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور اس کے دل میں حضرت شیخ کا احترام بیٹھ گیا۔ آپ مشہد سے بغداد پہنچے اور شیخ المحدثین ابن حجرؒ سے استفادہ کیا۔ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ بھی اس وقت وہیں قیام فرما تھے۔ ان سے سلسلۂ چشتیہ کا خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ پھر دوسرے ممالک کی سیاحت فرماتے ہوئے کشمیر تشریف لائے۔ خطۂ کشمیر پر اس وقت متعصب شیعہ حکمران تھے۔ سُنّیوں کی مظلومیت کا منظر آپ سے نہ دیکھا گیا۔ تو آپ نے انقلابی تحریک اپنے ہاتھ میں لی جس (بقیہ صـ۷۱ پر)

خاکیؒ وغیرہ مشائخ کے ساتھ شیعہ بادشاہِ کشمیر کے ظلم سے تنگ آکر پنجاب میں آگئے تھے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ) کے نتیجہ میں اکبر بادشاہ کا کشمیر پر قبضہ ہوگیا۔ اس مہم سے فارغ ہوکر آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوگئے۔ ایک سال کے بعد واپس کشمیر تشریف لائے اور حدیث، فقہ اور تفسیر کی بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ بخاری شریف کی شرح لکھی۔ "توضیح تلویح" کا حاشیہ تحریر فرمایا۔ قرآن مجید کے آخری دو پاروں کی تفسیر لکھی۔ ان کے علاوہ مختلف فنون میں بہت سی تصانیف تحریر فرمائیں لیکن افسوس کہ آج ان کتابوں کے نام بھی معلوم نہیں۔ حضرت شیخؒ ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ کو جمعرات کے روز بعد نماز عشاء واصل بحق ہوگئے۔ (ماخوذ از کتاب "علماء ہند کا شاندار ماضی جلد اول صفحہ ۳۴۳ تا صفحہ ۳۴۷) کتاب مذکور میں حضرت شیخ یعقوب قدس سرہٗ کے اسم گرامی کے ساتھ بار بار "صرفی" کی بجائے "صوفی" لکھا گیا ہے۔ حضرت قدس سرہٗ کے بلند پایہ صوفی صافی ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ اس لحاظ سے آپ کو صوفی کہا جائے تو بجا ہے۔ لیکن آپ "صرفی" ہی کے نام سے مشہور تھے۔ "صرفی" آپ کا تخلص تھا۔ ("تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۱۱ و منتخب التواریخ مؤلفہ عبد القادر بدایونی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۴۲)

(کتاب "شاندار ماضی" کے مصنف مولانا سید محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی ہیں)

ے حضرت بابا داؤد خاکی قدس سرہٗ اُن عظیم المرتبت بزرگوں میں سے ہیں جن کے وجود اقدس پر سرزمین کشمیر کو بجا ناز ہے۔ آپ علم اس درجہ کا رکھتے تھے کہ کشمیر میں "امام اعظم ثانی" کے لقب سے مشہور تھے۔ درس و تدریس (بقیہ صفحہ ۷۲ پر)

Marfat.com

مولانا کا نسب قارئین کرام حضرت مولانا جلال الدین صاحب سیالکوٹی
کے تذکرہ میں دو بزرگوں کے اشتراکِ اسمی اور قربِ معاصرت سے پیدا
ہونے والی غلط فہمیوں کی مثال ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اسی قسم کی
غلط فہمی بعض مورخین کو حضرت مولانا کمال الدین صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ
علیہ کے نسب کے بارے میں بھی ہوئی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر جی۔ ڈی (غلام محی الدین)

(الفنیہ، حاشیہ صفحہ ۹۴) اور تصنیف و تالیف اور اشاعت سنت و رد بدعات، ذکر و فکر کا شغل رکھتے تھے۔ آپ حضرت محبوب العالم کشمیری رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری قدس اللہ سرہٗ اور دوسرے مشائخ طریقت کی زیارت کے لئے ملتان دو مرتبہ تشریف لائے دوسری مرتبہ ملتان سے کابل اور وہاں سے کشمیر واپس آئے۔ جب کشمیر میں چک شیعوں نے اہل سنت پر مظالم توڑے تو حق اور اہل حق کی حمایت میں سینہ سپر رہے وفات ۹۹۲ھ میں پائی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

؎ ڈاکٹر صاحب موصوف ۱۸۹۶ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے۔ او ہائی سکول امرتسر میں میٹرک پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۶ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے اور ۱۹۳۵ء میں پیرس یونیورسٹی سے "ڈاکٹر آف لٹریچر" کی ڈگریاں حاصل کیں آپ نے ایشیا اور یورپ کے بہت سے ممالک کا سفر کیا۔ ۱۹۲۶ء میں حرمین شریفین کی زیارت اور حج کے شرف سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۲۲ء میں دہلی یونیورسٹی کے پہلے رجسٹرار مقرر ہوئے تھے۔ اور ۱۹۲۶ء تک اس پر فائز رہے۔ صوفیائے کرام کے حالات و کوائف سے شغف رکھنے اور بچپن ہی سے اوراد و وظائف کے پابند ہونے (بقیہ صفحہ ۷۳ پر)

Marfat.com

صوفی حال مقیم کراچی نے "کشمیر" کے نام سے انگریزی زبان میں کشمیر کی جو تاریخ دو ضخیم جلدوں میں لکھی ہے اور جس کو پنجاب یونیورسٹی لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس کی جلد دوم میں انہوں نے "مولٰنا کمال الدینؒ" کے زیر عنوان کتاب "گلزار خلیل" مؤلفہ خواجہ حسن صاحب شعری کشمیری مرحوم کے حوالہ سے مولٰنا کمال الدین صاحبؒ کو مولٰنا قاضی میر محمّد علی صاحبؒ بڈشاہی کے واسطہ سے چنگیز خاں کی اولاد یعنی مغل ظاہر کیا ہے۔ حالانکہ مولٰنا کمال الدین صاحبؒ مولٰنا قاضی میر محمّد علی صاحبؒ بڈشاہی کی اولاد میں سے نہیں بلکہ مولٰنا قاضی جمال الدین صاحبؒ بڈشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ جن کا صدیقی النسب ہونا اوپر مولٰنا جمال الدین صاحبؒ بڈشاہی اور مولٰنا جمال الدین صاحبؒ سیالکوٹی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲) کی وجہ سے صوفی مشہور ہو گئے تھے۔ آپ کئی انگریزی کتابوں کے مصنف ہیں (ملخص از "تاریخ اقوام کشمیر" جلد دوم ص۱۹۱ تا ص۱۹۵) واحسن تا! ڈاکٹر صاحب موصوف بتاریخ ۱۸ اپریل ۱۹۶۲ء فالج کے عارضہ سے کراچی میں وفات پاگئے غفر اللہ لہٗ۔ آپ کے صاحبزادے کراچی میں مقیم ہیں۔

ے خواجہ شعری مرحوم اصل میں کشمیر کے باشندہ تھے ۱۲۹۸ھ میں امرتسر میں فوت ہو کر وہیں دفن ہوئے تھے۔ آپ نے خود اپنی تاریخ وفات یوں کہی تھی۔

جہت تاریخ فوت خود شعری ـــ "شد ندا رحمت خدا آمد"
۹۸ ۱۲ ــ

شعری مرحوم فارسی (نثر نظم دونوں) میں بہت بڑی قابلیت رکھتے تھے فوت و تصانیف از غزلیات اور زبدۃ الاخبار ، درچہار درویش وغیرہ ان کی یادگار ہیں۔ باوجود تلاش بسیار کے ان کی محولہ بالا تصنیف (گلزار خلیل) مجھے نہیں مل سکی۔ مشہور ہندوستانی شاعر غالب مرحوم سے شعری صاحب کے خاص تعلقات تھے۔

کے تذکرہ میں تاریخی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

اصل میں اس غلطی کا منشاء یہ ہے کہ مولٰنا کمال الدین صاحبؒ سیالکوٹی کے علاوہ کشمیر میں ایک اور بزرگ "مولٰنا قاضی میر کمال الدین" نامی گذرے ہیں۔ وہ مولٰنا قاضی میر محمد علی صاحبؒ بدشاہی کی اولاد میں سے اور حضرت مولٰنا قاضی موسیٰ شہیدؒ (متوفی ۹۹۳ھ) کے چچا تھے۔ (تاریخ اعظمی صـ۹۲ تاریخ کبیر کشمیر صـ۲۹۱) سو اگر مولٰنا قاضی میر محمد علی صاحبؒ بدشاہی کا چنگیز خاں کی اولاد سے ہونا ثابت بھی ہو جائے تو مولٰنا قاضی میر کمال الدین صاحبؒ کو تو مغل کہا جا سکے گا کہ وہ قاضی صاحبؒ بدشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن مولٰنا کمال الدین صاحبؒ سیالکوٹی کو مغل ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ آپ حضرت قاضی صاحبؒ بدشاہی کی اولاد میں سے نہیں بلکہ مولٰنا جمال الدین صاحبؒ بدشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ شاید اسی غلط فہمی اور التباس کو رفع کرنے کے لئے مورخ کشمیر خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم کو یہ وضاحت کرنا پڑی کہ:-

"مولٰنا کمال الدینؒ از اولادِ امجاد قاضی میر محمد علیؒ است (الی آن قال) وایں مولٰنا کمالؒ سوائے مولٰنا کمال الدین است کہ ذکرِ او در ملا جمال الدینؒ در محل خود مرقوم میشود انشاء اللہ تعالیٰ"۔

ے "اگر" کا لفظ لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت قاضی میر محمد علیؒ بدشاہی کی اولاد سیادت کی دعویدار ہے (ملاحظہ ہو "تاریخ کبیر کشمیر" صـ$\frac{۲۹۱}{۲۹۲}$) گویا ان کو بھی چنگیز خاں کی اولاد ہونے اور مغل کہلانے سے صاف انکار ہے۔

(اعظمی صلہ)

میرا خیال ہے کہ مولٰنا کمال الدینؒ سیالکوٹی اور مولٰنا قاضی میر کمال الدینؒ کی مشارکت اِسمی کی وجہ سے خواجہ شہری مرحوم کو غلط فہمی ہوگئی ہے اور ڈاکٹر صاحب موصوف نے بھی شہری صاحب کے اعتماد پر اس غلطی کی چھان بین کئے بغیر مولٰنا کمال الدین صاحبؒ سیالکوٹی کو مغل لکھ دیا۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مولٰناؒ سیالکوٹی اور قاضی میر کمال الدینؒ دو مختلف شخصیتیں اور دو مختلف النسب بزرگ تھے۔ رحمہا اللہ

مولٰناؒ کا مدفن | مولٰنا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال لاہور میں ہوا اور لاہور ہی میں آپ دفن ہوئے۔ (اگرچہ مؤرخین دفن کی جگہ متعین نہیں کر سکے) جیسا کہ اس سے پہلے تاریخی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ لیکن تمام مؤرخین کے اس متفقہ بیان کے خلاف سیالکوٹ کے ایک نوجوان رشید نیازی صاحب نے اپنی تصنیف "تاریخ سیالکوٹ" کے صلا میں حضرت مولٰناؒ کا مزار مبارک سیالکوٹ میں متصل مزار "منگا دلی" بڑی عیدگاہ کے قریب بنایا ہے۔ بلکہ ایک مزار کا فوٹو دے کر اس کو مولٰناؒ کا مزار قرار دیا ہے اور ثبوت میں مولٰنا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کی تحقیق اور کشف قبور کے جاننے والوں کا کشف پیش کیا ہے۔ سو گذارش ہے کہ تاریخی واقعات میں کشف کو سند کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ رہی مولٰنا محمد ابراہیم صاحب میر مرحوم و مغفور کی تحقیق۔ تو اس تحقیق کا طول و عرض (ورماخذ معلوم کئے بغیر محض اس کی بنیاد پر تمام مؤرخین کو نہیں جھٹلایا جا سکتا۔

Marfat.com

حکیم دانا مولانا محمد رضا رحمۃ اللہ

آپ حضرت مولانا کمال الدین صاحب سیالکوٹی کے فرزند ارجمند تھے۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ کے جامع اور تحقیق و تدقیق کے فن میں ماہر کامل تھے۔ جہانگیر بادشاہ نے ان کے کمالات کا شہرہ سنا تو ان کو اپنے دربار میں باریاب کیا۔ آپ فن مناظرہ میں بھی یکتائے روزگار اور سرآمد علمائے اہل سنت تھے۔ آپ کی عمر درس و تدریس احیاء سنت اور تردید بدعات میں گذری۔ آپ "حکیم دانا" کے نام سے مشہور تھے۔

ان کی نسبت خواجہ محمد اعظم صاحب کشمیری مرحوم لکھتے ہیں :-

(۱) "جامع علوم عقلیہ و نقلیہ بود۔ در فن تدقیق و تحقیق بدرجۂ بولویت رسیدہ جہانگیر شاہ آوازۂ کمالاتش را شنیدہ باریاب مجلس خود ش کردہ در وقت امتحان و معارضہ علمائے سُنیہ و شیعہ سرآمد علمائے اہل سنت مولانائے موصوف بود۔ با عانت ملا حبیب اللہ[۱] علمائے شیعہ را ملزم نمودہ محلہ جمالہ (سرینگر) در خانۂ خود آسود" (تاریخ اعظمی ص ۱۳۲)

حاجی محی الدین صاحب مرحوم "تاریخ کبیر کشمیر" میں فرماتے ہیں :-

---

[۱] حضرت ملا حبیب اللہ صاحب جہانگیر بادشاہ کے عہد حکومت میں محکمۂ فصل خصومات میں "میر عدل" کے عہدہ پر فائز تھے۔ تحصیل علوم کے سلسلہ میں ہندوستان کا سفر کیا۔ تکمیل کے بعد کشمیر واپس آگئے۔ عالم و فاضل اور بہترین مناظر اور انشا پرداز تھے۔ خط نستعلیق میں تو فرد یکتا تھے۔ (تاریخ کبیر کشمیر ص ۲۹۳)

Marfat.com

(۲) "ملا محمد رضا المعروف حکیم دانا فرزند ارجمند مولنا کمال الدین سیالکوٹی۔ پس از تحصیل علوم ظاہر بصحبت جہانگیر بادشاہ فائز و بہرہ مند گردیدہ و با علماء اہل تشیع باتفاق ملا حبیب اللہ مباحثہ و مناظرہ نمودہ بر عالمان مذہب شیعہ در ہر جا غالب آمد و تمامی ایام زندگی در احیاء سنت سنیہ و تدریس و تعلیم طالبان صرف فرمودہ آخر الامر دنیا را بعد کردہ در محلہ جالہ آسودہ گردید۔" (ص ۲۹۳)

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم لکھتے ہیں:۔

(۳) "مولنا محمد رضا معروف بہ "حکیم دانا" ابن مولنا کمال الدین کشمیری جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ برسوں تک سیالکوٹ میں علمی مشاغل کی رونق رکھی جہانگیر بادشاہ نے آپ کی شہرت سُن کر آپ کو اپنی مجلس میں باریاب کیا۔ آخر عمر میں وطن کی محبت غالب آئی اور سب کچھ ترک کر کے کشمیر چلے آئے۔

کشمیر میں جب اہل تسنن و تشیع کے مابین ایک زبردست مناظرہ و مباحثہ جہانگیر کے عہد میں ہوا تو اہل تسنن کی طرف سے آپ ہی مناظر تھے یہاں تک کہ ملا حبیب اللہ شیعہ[عہ]

عہ اس مقام پر فوق صاحب مرحوم کو مغالطہ ہو گیا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

آپ نے ساکت کر دیا۔ سری نگر کے محلہ جمالٹہ میں رہتے تھے۔ وہیں انتقال کیا ہے"

("ملک العلماء علامہ عبدالحکیم" ص ۸۱)

خواجہ محمد اعظم صاحب نے تاریخ اعظمی کے دوسرے مقام (ص ۱۲۵) میں لکھا ہے:-

(۲) "در خدمت بادشاہ مزبور (جہانگیر) از میان اہل خطہ افضل العلماء مولنا محمد رضا المشہور بہ حکیم دانا و کمالات دستگاہ مولنا حبیب اللہ میر عدل از مقربان و باریابان مجلس بادشاہ بودند۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ (۷۷) ملا حبیب اللہ صاحب شیعہ نہیں تھے بلکہ اہل سنت کے جلیل القدر عالم اور شیعہ سنی مناظرہ میں مولنا محمد رضا صاحب کے معاون و مددگار تھے۔ جیساکہ اوپر تاریخ اعظمی اور تاریخ کبیر کشمیر کی منقولہ عبارتوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔

Marfat.com

مولانا قاضی عبدالرحیم صاحبؒ

آپ حضرت مولانا کمال الدین صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ کے صاحبزادہ تھے۔ ناظم کشمیر سیف خاں (سنہ ۱۰۷۶ھ) کے دور نظامت میں آپ کشمیر کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ (تاریخ اعظمی ص۱۹۶)

آپ اپنے بھائی حضرت مولانا محمد رضاؒ حکیم دانا اور حضرت مولانا ابوالقاسمؒ جمالی کے شاگرد تھے۔ تحصیل علوم کے بعد درس و تدریس اور افادہ و افاضہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک محلہ جمالٹہ سری نگر میں ہے۔ (تکملہ تاریخ اعظمی ص۲۸۴)

حضرت مُلّا شیخ محمد بہائی

خواجہ محمد اعظم صاحب کشمیری نے بارھویں صدی ہجری کے رُبع اول کے ممتاز بزرگان کشمیر کے سلسلہ میں حضرت ملا شیخ محمد بہائی کا تذکرہ "ملا محمد باقی سہروردی" کے عنوان سے کیا ہے" (اعظمی ۲۲۶)

اور اسی کتاب کے تکملہ صفحہ ۲۸۵ میں "بقیہ صفحہ ۲۲۶ سطر ۲" کے عنوان کے تحت حسب ذیل عبارت لکھی ہے:۔

"خلیفۂ حضرت بابا جنون زوری، مستقیم الاحوال، متقی و متورع عمرے بریاضت و قناعت و خانہ نشینی و تقید وظائف و اوراد گذرانیده متصل مسکن خود در محلہ دیده مر مدفن یافت "شیخ محمد قطب بود" تاریخ است۔

تکملہ کی اس عبارت ۱۱۲۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

"واز بابا نور اللہ زوری ہم نظرے داشت۔ چندے در قصبۂ سوپور ماند۔ چلہ ہا کشید عاقبت در شہر (سری نگر) آمده بمقام دیده مر بر لب دریائے بہت خانہ و مسجد بنا کرد۔ متاہل شد اولاد صالح دارد کہ چند پشت قائم و دائم بر وضع آباد بودند"۔

مؤلف "تاریخ کبیر کشمیر" نے "ملا شیخ محمد بہائی" کے زیر عنوان لکھا ہے:۔

عہ بہائی کی وجہ تسمیہ کا بیان آگے ہوگا۔

Marfat.com

"از تربیت یافتگان بابا اسمٰعیلؒ آنچاری تا دری کہ ذکرش گذشت بعد از استحصال آداب طریقت و حقیقت در ریاضات و عبادات گوشے سبقت بر اقران خود ربود۔" (صفحہ ۲۳۵)

حضرت ملا شیخ محمدؒ بہائی (۱۲۵ھ) سے لے کر مولٰنا مفتی پیر غلام رسولؒ صاحب قاسمی امرتسری (۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء) تک یعنی تقریباً دوسو سال کے عرصہ میں اس خاندان کے جو قابل ذکر بزرگ گذرے ہیں ان سب کا تذکرہ تاریخ کبیر میں اور بعض کا ذکر اعظمی اور تذکرۃ الکاملین وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم نے بھی اپنی مشہور کتاب "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اول کے صفحہ ۳۵۶ سے صفحہ ۳۵۸ تک اس خاندان کے تقریباً دوسو برس کے بزرگوں کا بلکہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کے بعد کے چند اکابر حتیٰ کہ بعض اصاغر کا بھی اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ پہلے یہ تذکرہ پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد

عہ حضرت بابا صاحبؒ پہلے بالکل ان پڑھ تھے۔ اسی حالت میں آپ نے مولٰنا العلامہ خواجہ ابو الفتحؒ صاحب سکو کشمیری (متوفی ۱۱۱۳ھ) اور حضرت خواجہ حبیب اللہؒ صاحب لٹوؒ (متوفی ۱۱۰۵ھ) کی صحبت و ارادت اختیار کی اور ان سے ظاہر و باطن کی اصلاح کرانے کے علاوہ علوم شرعیہ بھی حاصل کئے اور فقر و استغنا کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ بدعات سے کلی اجتناب فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ حبیب اللہؒ لٹوؒ سے سند خلافت ملی۔ صاحب کشف بزرگ تھے۔ آخر جلوس عالمگیری کے زمانہ میں فوت ہو کر محلہ آنچار (سری نگر) میں دفن ہوئے۔ (اعظمی صفحہ ۲۰۵ تاریخ کبیر صفحہ ۲۲۴)

Marfat.com

انشاء اللہ اس کی تفصیل مختلف کتابوں کے حوالہ سے عرض کی جائے گی۔

قاسمی خاندان

فوق صاحب مرحوم نے "قاسمی خاندان" کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:۔

"کشمیر کے دارالحکومت سری نگر میں ایک بزرگ حضرت شیخ محمدؒ کے نام سے گزرے ہیں۔ ان کے پانچویں فرزند شیخ اسمٰعیلؒ[۱] بہائی احمد اکدلی کے فرزند دوم شیخ قاسمؒ بہائی کی اولاد "قاسمی پیرزادگان" کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ آپ کے فرزند پیر ہدایت اللہؒ اور ان کے فرزند شیخ عنایت اللہؒ "قاسمی ہی کے نام سے مشہور رہے۔" قاسمی خاندان کا جو مختصر سا شجرہ ہمیں ملا ہے اس میں شیخ عنایت اللہؒ

---

[۱] ان کے ایک بھائی شیخ سعید الدینؒ بہائی کے متعلق میر سعد اللہ شاہ آبادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عارف وقت بود و مرد ولی — سعد بابائے احمد اکدلی۔ ابوالبرکات خان ناظم (گورنر) کشمیر ان کا عقیدتمند تھا۔ اس نے ان کے لئے دو طبقہ خانقاہ بنوائی تھی جو شیخ امام دین گورنر خالصہ کے زمانہ میں توپ کے گولوں سے شہید ہوگئی تھی۔ "بہائی" لفظ کی وجہ تسمیہ میں مختلف روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان سب بھائیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اس لئے وہ "بہائی" کہلانے لگے۔ کوئی اس کو برادر محبت پر محمول کرتا ہے لیکن بہرحال وہ کوئی ہو اصل لفظ بھائی یا بہائی نہیں بلکہ "بوئی" ہوگا جو کشمیری زبان میں "بھائی" کا مترادف ہے۔ بوئی سے بگڑ کر "بہائی" ہوگیا ہوگا (تاریخ اقوام کشمیر جلد اول)

قاسمی تک کو مدفون محلہ احمد اکدل سری نگر لکھا ہے۔ شیخ عنایت اللہؒ قاسمی کے دو فرزند تھے (۱) بابا پیر امیر الدینؒ قاسمی (۲) بابا پیر صدیق اللہؒ قاسمی۔ ان دونوں کا مدفن امرتسر درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاسمی خاندان میں سب سے پہلے یہی دونوں بھائی کشمیر سے ہجرت کرکے امرتسر آئے تھے۔ یہ خاندان کیا کشمیر اور کیا امرتسر ہر جگہ علم و فضل کے گہوارہ میں پرورش پاتا رہا ہے۔ بابا پیر صدیق اللہؒ قاسمی کے دونوں فرزند مولانا پیر احمد اللہ قاسمی اور منشی عبد الرحمٰن صاحب قاسمی بھی اسلاف کا نمونہ تھے۔ لیکن جو شہرت بابا پیر امیر الدینؒ قاسمی کے فرزندان مولانا پیر عبد العزیزؒ قاسمی، پیر عبد القدوس قاسمی اور مولانا مفتی پیر غلام رسولؒ قاسمی نے حاصل کی ہے۔ اس نے قاسمی خاندان کی علمی فضیلت کو چار دانگ عالم میں مشہور کر رکھا ہے۔ مفتی پیر غلام رسولؒ قاسمی کے تلامذہ میں پنجاب، کشمیر، سندھ، بنگال، افغانستان، ایران، بخارا اور بدخشاں تک کے طلباء شامل تھے۔ آپ کے ایک شاگرد مولانا محمد عطاء اللہؒ کشمیری، مولانا ہدایت اللہ خاںؒ جونپوری کے ارشاد کے مطابق ان کے مدرسہ میں طلبہ کو پڑھاتے رہے ہیں۔ ایک مرتبہ جب سید سبحان اللہ خاں رئیس گورکھپور کو صاحب کمال مدرس عربی کی ضرورت پڑی تو انہوں نے مولانا ہدایت اللہ خاں

ف "تاریخ کبیر کشمیر" (صفحہ ۲۶۷) کے مصنف نے بھی یہی لکھا ہے کہ سب سے پہلے اس خاندان میں سے یہی دو بزرگ امرتسر تشریف لائے تھے۔

Marfat.com

کو اس مطلب کے لئے جونپور خط لکھا تو مولانا جونپوری نے مولانا محمد عطاء اللہ کشمیری ہی کو وہاں بھیجا تھا۔ جہاں وہ سید سبحان اللہ خانی صاحب موصوف کو پڑھاتے رہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب عین شباب میں (۱۳۲۳ھ میں) گورکھپور ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

حضرت مفتی غلام رسول قاسمی ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء مطابق ۷ رمضان ۱۳۲۰ھ کو بعمر ۴۴ سال امرتسر میں رحلت فرما گئے۔ جنازہ کے ہمراہ چالیس پچاس ہزار مخلوق تھی۔ آپ کے دو فرزند ہیں (۱) پیرزادہ محمد زبیر قاسمی اور (۲) پیرزادہ محمد ہادی قاسمی۔ دونوں صاحب اولاد ہیں۔ مولانا کے برادر اکبر پیر عبد العزیز قاسمی کے دو فرزند تھے (۱) مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ قاسمی جو نہ صرف آپ کے برادر زادہ تھے بلکہ عزیز شاگرد بھی تھے اور اپنے محترم چچا کے انتقال کے بعد مسند افتا کو سنبھالنے کی وجہ سے آپ کے جانشین بھی تھے آپ نے بھی اپنے نامور چچا کی طرح فقہ و مسائل کی کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں (۱) پیرزادہ احمد حسین قاسمی اور (۲) پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی جو صاحب تصانیف اور زبردست واعظ بھی ہیں۔ پیر عبد العزیز صاحب قاسمی مرحوم کے دوسرے صاحبزادہ مولانا الحاج حکیم پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی

عہ "تاریخ اقوام کشمیر" میں سہو کاتب سے "مولانا عطاء اللہ" کی بجائے "مولانا قاسمی" لکھا ہے جو غلط ہے۔ ہم نے یہاں اس غلطی کی تصحیح کر دی ہے۔

Marfat.com

تھے۔ جن کے حسب ذیل دو صاحبزادے شعلہ فاران آفس میں ملازم ہیں۔ (۱) پیرزادہ محمد ابراہیم قاسمی (۲) پیرزادہ محمد یوسف قاسمی

مولانا مفتی پیر غلام رسولؒ قاسمی کے دوسرے بھائی پیر عبدالقدوس صاحبؒ قاسمی کے ایک فرزند ہیں جن کا نام مولانا پیر سلام الدین قاسمی ہے۔ آپ جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم امرتسر کے خطیب ہیں۔ پنجاب میں اس خاندان کے افراد صرف امرتسر اور شعلہ[ب] ہی میں ہیں۔

سری نگر کشمیر میں اس خاندان کا نشان بہت کم ملتا ہے۔ سری نگر کے متصل موضع "ستور" میں مولوی جلال الدین صاحب واعظ ہیں، وہ[ج] قاسمی ہیں۔ پیرزادہ محمد سجاد الحق قاسمی کے ننھیال کا سلسلہ حضرت بابا مسعودؒ نروری کی اولاد سے ملتا ہے

[ب] تقسیم ہند کے بعد اب اس خاندان کے افراد لاہور، کراچی اور سیالکوٹ وغیرہ شہروں میں آباد ہیں۔

[ج] ملا شیخ محمدؒ کے پوتے حضرت شیخ قاسمؒ بہائی احمد کی اولاد کو "قاسمی" کہا جاتا تھا اور مولوی جلال الدین صاحب واعظ مرحوم شیخ قاسمؒ کی اولاد سے نہیں بلکہ قلمی شجرہ کے مطابق ملا محمد قاسمؒ ابن مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی کی اولاد سے ہیں اور شیخ محمد قاسمؒ قاضی ابوالقاسمؒ جمالی کے واسطہ سے مولانا جمال الدینؒ کی اولاد سے تھے۔ اس لحاظ سے مولوی جلال الدینؒ صاحب مرحوم خاندانِ قاسمی کے ہم جد ضرور ہیں مگر قاسمی نہیں ہیں۔

چنانچہ ان کی والدہ (مرحومہ) کا ایک چچازاد بھائی (پیرزادہ عبدالقدیر شاہ نامی) محلہ زردہ میں مسعودی خاندان سے اس وقت موجود ہے۔"

(یہاں تک فوق صاحب مرحوم کا بیان ختم ہوا)

اس بیان میں فوق صاحب مرحوم نے لفظ "بہائی" کی جو وجہ تسمیہ نقل فرمائی ہے۔ وہ اس صورت میں منطبق ہو سکتی ہے جبکہ "بہائی" کا لقب حضرت ملا شیخ محمدؒ کے صاحبزادوں سے شروع ہوتا ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ اس لقب کا آغاز خود حضرت شیخ محمدؒ سے ہو رہا ہے۔ البتہ سید محمد بہاء الدین صاحب نقشبندی کے نقل کردہ قلمی شجرہ میں حضرت شیخ رحمہ کے نام کے ساتھ لفظ "بہائی" پر جو نوٹ لکھا گیا ہے اور اس میں جو وجہ تسمیہ بتائی گئی ہے۔ وہ اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے نوٹ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"تعلیم یافتہ در محلہ "بہا" بخارا شریف بود وجہ تسمیۂ بہائی این است"!

مولانا محمد الدین صاحبؒ لاہوری اپنی فارسی تصنیف "روضۃ الابرار" میں حضرت مولانا مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

عہ پیرزادہ عبدالقدیر شاہ صاحب کا بتاریخ ۱۹ رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۶۱ء بروز پنج شنبہ سری نگر میں انتقال ہو گیا۔ (غفر اللہ لہ) ان کی اولاد موجود ہے (سلمہم اللہ)

Marfat.com

(۳) "از اولادِ بابا اسمٰعیل سہروردی است کہ بہ "بھائی" شہرت داشت و صاحبِ کرامات بود و از اہلِ دنیا اجتناب بسیار می نمود۔ گویند کہ ابوالبرکات خان اعتقادِ وے بسیار داشت مگر بابائے موصوف ملاقاتش نمی کرد۔ بنابریں بر پسر خود بابا سعدی ہم نازاں شد۔ اولادش صاحبِ کمال بودہ اند۔ و بعد ازاں مقبرہ اش ابوالبرکات خاں تعمیر کنانید۔ و او را "بھائی صاحب" ازاں می گفتند کہ وے و دگر شش مردان باہم عقد مواخات بستہ در عبادت و ریاضت مشغول شدند و ہمگناں بزیارت آنحضرت یکبارگی ممتاز گشتند۔"

(روضۃ الابرار ص ۵۲ کا حاشیہ)

Marfat.com

حضرت شیخ اسمٰعیلؒ بہائی احمدا کدلی

آپ حضرت ملا شیخ محمدؒ بہائی موصوف کے صاحبزادہ اور حضرت خواجہ عبد الاحدؒ عه
نبیرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے مجاز تھے۔ سری نگر کشمیر کے محلہ احمدا کدل میں
آپ کی سکونت تھی۔ اس لئے "احمدا کدلی" کی نسبت سے شہرت پائی۔ "بہائی" کی
وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ حضرت شیخ محمدؒ بہائی کے صاحبزادہ تھے۔ اور یہ نسبت کچھ
عرصہ تک آپ کی اولاد میں جاری رہی۔ صاحب تاریخ اعظمی نے صفحہ ۲۲۶
میں آپ کا نام بزرگان کشمیر کے سلسلہ میں لیا ہے۔ اور "بہائی" کے بجائے
"بائی" لکھا ہے۔ لیکن مولف "تاریخ کبیر کشمیر" نے آپ کا تعارف قدرے
تفصیل کے ساتھ کرایا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"شیخ اسمٰعیلؒ بہائی خلف و خلیفہ ملا محمدؒ بہائی۔ پس از
اکتساب علم ظاہری و باطنی بتوفیق حضرت باری در عنفوان جوانیش
ذوقے پدید آمد پس چوں خواجہ عبد الاحدؒ سرہندی رونق افروز
کشمیر شدند از خدمت ایشاں بہ تعلیم و تربیت سلوک بہرہ مند گردید

عه حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے پوتے یعنی عارف
الرحمۃ حضرت خواجہ محمد سعید صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادہ تھے۔ آپ کا مزار مبارک
سرہند میں حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہٗ کی مسجد کی مشرقی جانب
میں واقع ہے۔ سن وفات ۱۱۲۶ھ ہے۔

Marfat.com

وباتجاء حضرت خواجۂ موصوفؒ در ریاضات شاقہ اشتغال ورزید۔
وہم در رکاب حضرت خواجہؒ بہ سرہند رفت و مدتے در خدمت آں
جناب دراں سواد بسر بُرد۔ وا جازت نامۂ طریقت حاصل کردہ
باز آمد۔ چوں وارد وطن اصلی گردید در مسجد محلّہ خود بنشستہ
ترکِ دنیا و لذّات دنیا نمود پس از ادائے نماز صبح حلقۂ سکوت می
فرمود و دراں حلقہ طالبان حاضر آمدندے و با شیخ محمد فاضل زدنیمریؒ
ارتباط قلبی داشت چوں از دنیا رحلت نمود در محلّہ احمد اکدل
آسودہ شدہ، مرقدِ وے مشہور و معروف است۔

برادران شیخ موصوفؒ

و شیخ موصوف را چہار برادر دیگر
بودہ اند من جملہ آنہا شیخ عبد الرحیمؒ
کہ بہ طرفِ "بوشہ کدل" از مقبرۂ شیخ اسمٰعیلؒ تقریباً پاؤ میل
بعید مدفون است۔ و برادر دومش شیخ شادیؒ

سہ حضرت شیخ محمد فاضلؒ سری نگر کے محلہ "زدنیمر" کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ محمد موسٰی بن شیخ محمد غازی تھا۔ آپ اپنے چچا حضرت شیخ محمد یعقوبؒ "چچہ کلی" کے خلیفہ تھے۔ اور شیخ محمد یعقوبؒ شیخ محمد پارساؒ کے خلیفہ تھے۔ اور شیخ محمد پارساؒ کو حضرت بابا داؤدؒ خاکی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ (تاریخ اعظمی صفحہ ۲۶۲) آپ نہایت عابد و مرتاض، قلیل الطعام اور قلیل المنام بزرگ تھے۔ دہم ماہ محرم ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی اور محلہ "زدنیمر" میں دفن ہوئے۔ ذوالکمالات شیخ الدہر سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔
۱۱۵۰ھ

Marfat.com

بابا در محلہ "وچار ناگ" آسودہ است و برادر سومش شیخ عنایت اللہ کہ
در باغبانپورہ (کشمیر) مقبور است و شیخ حسن بابا در درون قلعہ شاہی بر دامن
"کوہ ماران" مدفون و آسودہ است" (صـ۲۳)

حضرت شیخ اسمٰعیل بیہاتی کی نسبت کشمیر کے مشہور مؤرخ میر سعد اللہ خاں شاہ
آبادی نے اپنی منظوم تاریخ کشمیر میں لکھا ہے:۔

نیز زد ہست شیخ اسمٰعیل — مرد ما نرا براہ راست دلیل

(منقول از "الالہام الصحیح" حاشیہ صـ۳)

مولانا محمد الدین لاہوری مرحوم نے بھی اپنی فارسی کتاب "روضۃ الابرار" صـ۵۲ کے
حاشیہ پر آپ کا ذکر کیا ہے اصل عبارت اس سے قبل "قاسمی خاندان" کے زیر عنوان نقل کی جا چکی ہے۔

عـ۱ آپ کا اصل نام سعید الدین تھا لیکن شادی بابا کے عرف سے مشہور ہو گئے۔
عـ۲ میر سعد اللہ خاں شاہ آبادی کشمیری حضرت بابا لقا شاہ آبادی کے مُرید تھے۔ عربی فارسی زبانوں
میں صاحب کمالات تھے۔ بہت سی تصانیف مثلاً منظوم تاریخ کشمیر" نعت نبی النبی" (صلی اللہ
علیہ وسلم)" گل و بلبل" (در تصوف) اور تفسیر قرآن مجید کے مصنف تھے۔ بے شمار
نعتیں اور غزلیں فارسی زبان میں لکھی ہیں۔ موضع منڈا، پرگنہ شاہ آباد کشمیر میں آپ کا مزار
ہے (تاریخ کبیر کشمیر صـ۶۹/۱۸)

اور حضرت بابا لقا شاہ آبادی سادات کولاب اور حضرت امیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ
کی اولاد سے تھے۔ آپ حضرت شیخ عبد الوہاب متقی لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت
بابا کی وفات ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ اور محلہ "بوزہ گران" سری نگر میں مدفون ہوئے۔
(تکملہ اعظمی صـ۲۷۴)

Marfat.com

حضرت شیخ سعید بہائیؒ عرف سعد بابائے احمد اکدلی

آپ حضرت شیخ اسمٰعیل بہائی احمد اکدلی رحمہ اللہ کے صاحبزادہ تھے۔ مؤلف "تاریخ کبیر کشمیر" اپنی کتاب مذکور کے صفحہ ۲۴۴ میں "شیخ سعید بہائی" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:۔

" فرزند دلبند شیخ اسمٰعیلؒ بہائی است۔ در اوائل از خدمت والد ماجد خود مستفید گردید و پس از ارتحالِ وے در خدمت شیخ عبد اللطیف عہ کول مرید شد و طی منازل سلوک

عہ آپ حضرت شیخ فیض اللہؒ زرگر کے خلفاء میں سے تھے۔ صاحب حال۔ توحید منش، اور خادمی مشرب اور صاحب کشف بزرگ تھے (اعظمی ص ۲۴۶ کبیر ۲۴۴) اور شیخ فیض اللہؒ زرگر کی نسبت تاریخ اعظمی میں ہے:۔

" بظاہر بحرفۂ خود می گذرانید و در ایام نزولِ رایات عالمگیریؒ در کشمیر کارِ زرگری برائے کس دکوی فاضل خان میر سامان می کرد انجا شخصے واقف صلاح او شدہ نشان بخدمت خواجہ عبد اللہؒ ناھی کہ بعنوان منصب داری ہمراہ لشکر می گذرانید دادہ موی الیہ تا اقامت بادشاہ دریں شہر مداومت در خدمت ایں عزیز می فرمود و فرا فور استعداد خود ذکر حاصل نمود وقت معاودت بادشاہ ہمراہ مرشد شد و از عرض راہ رخصت وطن یافتہ در مقام انزوا آمد و اشغال و اطوار طریقت ازاں (بقیہ ۹۲ پر)

Marfat.com

نموده بدرجۂ عالیہ واصل گردید تمامیِ عمرِ عزیز در یادِ الہٰی مصروف ساختہ، پُر از سوز و گداز و آہ و نالہ می بود چوں انتقال نمود درجوارِ پدرِ خود در محلۂ احمد اکدل اندفان یافت میر سعد اللہ شاہ آبادی در شانِ وے گفتہ ؎

عارف وقت بود و مرد دلی
سعدؒ باباے احمد اکدلی

گویند کہ ابوالبرکاتؒ خاں نسبت الشان راسخ الاعتقاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱) عزو یافتہ استقامت نمود حتیٰ لاح علیہ اثر التوحید و نطق با موس شکویہ بسیار از شیخؒ سرزد باوجود آں اجراے طریقہ کرد و مردم را فیض رسانید و جمعے از خدمتش مستفید شدند۔ (ص۱۵۹) اور تاریخ کبیر ص۲۲ میں شیخ فیض اللہ کے متعلق لکھا ہے:-

"شخصے بر حالِ وے مطلع گردید بخدمت خواجہ عبداللہ قادری کہ ہمراہ "اردوئے معلّی" (لشکر) آمدہ بود اُو را رہنمونی فرمود پس شیخ در خدمت و مجالست خواجہؒ کمر ہمت بربستہ آدابِ سلوک از خدمتِ خواجہؒ آموخت و ہم ہمراہِ آں جناب بسفرِ ہند نہضت کردہ باز بوطنِ خود آمدہ در تربیت و تعلیم طالبانِ قربِ خدا کوشید پس چوں رحلت فرمود زیرِ دامنِ "کوہ ماران" آسود۔"

عے نواب ابوالبرکات خان کشمیر کے گورنر اور مولانا قاضی میر علیؒ بدشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ جن کی وفات ۱۱۵۶ھ میں ہوئی۔

بود و خانقاہ دو طبقی در محلہ مذکور متصل مقبرۂ البتاں بناساختہ بود پس درقتال۔ شیخ امام الدین (متوفی مارچ ۱۸۵۹ء) کہ ہمراہ سنگاں نمودہ است از گولہ ہائے توپ ہا آں خانقاہ بدرجۂ شہادت رسید۔ الحال ازاں آثارے و علامتے نماندہ بلکہ نسیاً منسیاً گردید۔"

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم نے "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اول میں "قاسمی خاندان" کے عنوان کے تحت حضرت شیخ سعیدؒ بہائی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

" ابوالبرکات خاں ناظم کشمیر ان کا معتقد تھا۔ اس لئے ان کے لئے دو منزلہ خانقاہ بنوائی تھی۔ جو شیخ امام الدین (گورنر خالصہ) کے زمانہ میں توپ کے گولوں سے شہید ہو گئی۔"

نوٹ: قلمی شجرہ میں جو اس کتاب کے شروع میں دیا گیا ہے حضرت شیخ سعیدؒ بہائی کی اولاد در اولاد در اولاد کے بارہ افراد کے نام دیئے گئے ہیں۔ ہر نام کے ساتھ "بہائی" لکھا ہے۔ ان کی نسبت معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں رہتے تھے؟ اور ان کی نسل آگے چلی یا نہیں؟ (واللہ اعلم عنداللہ)

Marfat.com

حضرت شیخ قاسم بہائی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ حضرت شیخ اسمٰعیلؒ بہائی احمد اکدلی موصوف کے دوسرے فرزند ارجمند تھے۔ پرہیزگاری اور زہد و تقویٰ میں کامل تھے۔ آپ نے حضرت شیخ صالح خان عرف "خانما لہ" رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ سو یا سو سال سے زیادہ عمر پاکر فوت ہوئے اور محلہ احمد اکدل میں دفن کئے گئے۔ آپ کا ذکر "تاریخ اعظمی" میں بھی ہے۔ اور تاریخ کبیر کشمیر" میں بھی اور "تذکرۃ الکاملین" میں بھی۔ لیکن "تاریخ اعظمی" میں آپ کا اسم گرامی "میر قاسم احمد اکدلی" اور "تاریخ کبیر کشمیر" میں اور "تذکرۃ الکاملین" میں "شیخ قاسم بہائی اکدلی" لکھا ہے۔ اعظمی میں "میر" کا لفظ کتابت کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ تینوں کتابوں میں حضرت شیخ قاسمؒ کا جو مختصر تذکرہ ملتا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ ان میں ایک ہی شخصیت کا تعارف

ع آپ حضرت بابا العیبؒ غازی (متوفی ۱۰۲۷ھ) کے مرید تھے۔ بارہ برس تک مجذوبیت کی کیفیت طاری رہی۔ بارہ برس کے بعد راہِ سلوک پر گامزن ہو گئے۔ عبادات و ریاضات اور اتباعِ شریعت میں کامل ہو گئے۔ ۱۰۶۹ھ میں وفات پائی۔ اور اپنے گاؤں میں جو انہیں کے نام سے موسوم ہے دفن ہوئے۔ (کبیر ص ۳۳)

کرایا جارہا ہے۔ کتابت کی غلطی سے دو شخصیتوں کے وجود پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ تاریخ اعظمی اور تاریخ کبیر کے اصل الفاظ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں تاکہ حقیقت حال پورے طور پر قارئین کرام کے ذہن نشین ہوسکے۔

تاریخ اعظمی کے الفاظ

"میر قاسم احمد اکدی۔ عزیزے عمر زیادہ بر صد سال عمر یافتہ از صحبت داران صالح خاں جیو واقران الیشان بود۔ وعمرے بآراستگی وتوکل بسر بردہ۔"

(صفحہ ۲۶۲)

تاریخ کبیر کشمیر کے الفاظ

"شیخ قاسم بہائی فرزند شیخ اسمٰعیل بہائی احمد اکدی است۔ در ورع و زہد وتقویٰ کامل وعامل بود با صالح خاں کہ بہ "خانکالو" صاحب معروف است بعیت کردہ وصد سال عمر گذرانیدہ در احمد اکدل آسود" (ص ۲۴۶)

"لباب التواریخ"، "وقائع کشمیر" اور "تذکرۃ السالکین" وغیرہ تاریخی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ مولٰنا کمال الدینؒ سیالکوٹی، مولٰنا جمال الدین بہاکوئی، اور شیخ محمد قاسم بہائی ابن شیخ اسمٰعیل بہائی ابن شیخ محمد بہائی احمد اکدی تمام حضرات رحمہم اللہ حضرت مولٰنا جمال الدینؒ بڈشاہی کی اولاد سے تھے۔ (اصل عبارات مولٰنا جمال الدینؒ سیالکوٹی کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

حضرت شیخ قاسم رحمۃ اللہ کا سنِ وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ تاریخ اعظمی میں حضرت رح کا ذکر ان بزرگوں کے سلسلہ میں کیا گیا ہے جو بارہویں صدی ہجری کے وسط یا آخر میں داخلِ بحق ہوئے۔ مثلاً حضرت موصوف رح سے پہلے میر محمد اسمٰعیل رح بخاری ہمدانی کا ذکر ہے۔ جن کا سنِ وفات ۱۱۵۳ھ بتایا گیا ہے۔ اور حضرت قاسم رح کے بعد شیخ عبدالغنی رح لنگر کا تذکرہ موجود ہے۔ اور ان کی وفات ۱۱۷۰ھ کے کچھ بعد بتائی گئی ہے۔ اسی طرح "تاریخ کبیر کشمیر" میں حضرت رح کے ذکر سے پہلے شیخ رحمت اللہ رح کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کی وفات ۱۱۶۴ھ ظاہر کی گئی ہے۔ اس پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ قاسم رح کا انتقال بارہویں صدی ہجری کے وسط میں ہوا ہوگا (واللہ اعلم)

قاسمی خاندان انہیں حضرت قاسم رح کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ نسبت بحمد اللہ اب تک قائم ہے اور آئندہ بھی جب تک حق تعالےٰ کو منظور ہوگا قائم رہے گی۔

Marfat.com

حضرت بابا ہدایت اللہ قاسمیؒ

آپ اپنے والد ماجد شیخ قاسمؒ بہائی احمد اکدلی کے مرید تھے۔ صاحب تاریخ کبیر کشمیر نے لکھا ہے کہ آپ صاحب اسرار اور صاحب ایثار بزرگ تھے۔ فوت ہوکر اپنے جدِّ بزرگوار کے مقبرہ میں محو استراحت ہیں۔ (تاریخ کبیر صـ۲۵۳) سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

حضرت مولٰنا عنایت اللہ قاسمیؒ

آپ حضرت بابا ہدایت اللہؒ قاسمی کے فرزند تھے۔ اپنے زمانہ کے عالم باعمل اور فاضل اکمل تھے۔ رحمتِ حق سے پیوستہ ہونے کے بعد اپنے آباد اجداد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے ("تاریخ کبیر کشمیر" صـ۲۵۵)

حضرت بابا پیر امیر الدینؒ قاسمی و حضرت پیر صدیق اللہؒ قاسمی

یہ دونوں حقیقی بھائی حضرت مولٰنا عنایت اللہؒ قاسمی موصوف کے صاحبزادے تھے۔ صلاح و رشد اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ خاندانِ قاسمی میں سے پہلے پہل یہی دو بزرگ کشمیر سے ہجرت کر کے امرتسر تشریف لائے تھے اور پھر وہیں کے ہو گئے۔ وہیں دونوں بھائی ایک ہی سال

Marfat.com

یعنی ۱۲۸۸ھ میں فوت ہو کر قبرستان بلالا بیرون دروازہ حکیماں زالا امرتسر میں مدفون ہوئے (تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۳۲۶) تاریخ کبیر میں ان دونوں بزرگوں کا سن وفات "ہزار و دو صد و ہشت" لکھا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ "ہشت" سہو کتابت کا نتیجہ ہے "ہشتاد" چاہیئے تھا (واللہ اعلم وعلمہ اتم)

حضرت پیر امیر الدینؒ قاسمی کی اولاد

حضرت بابا پیر امیر الدین صاحبؒ قاسمی کے تین صاحبزادے تھے:-

(۱) حضرت پیر عبد العزیز صاحبؒ قاسمی (۲) حضرت پیر عبد القدوس صاحبؒ قاسمی (۳) حضرت مفتی پیر غلام رسول صاحبؒ قاسمی۔

منشی محمد الدین صاحب فوق مرحوم نے ان تینوں بھائیوں کے متعلق اپنی کتاب "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اوّل میں لکھا ہے:-

"قاسمی خاندان کیا کشمیر کیا امرتسر ہر جگہ علم و فضل کے گہوارہ میں پرورش پاتا رہا ہے (تھا) لیکن جو شہرت بابا امیر الدینؒ قاسمی کے فرزندان مولانا پیر عبد العزیزؒ قاسمی، مولانا مفتی پیر غلام رسولؒ قاسمی اور پیر عبد القدوسؒ قاسمی نے حاصل کی ہے۔ اس نے خاندان کی علمی فضیلت کو چار دانگ عالم میں مشہور کر رکھا ہے۔"

"تاریخ کبیر کشمیر" کے حوالہ سے تینوں بزرگ بھائیوں کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے:-

Marfat.com

حضرت پیر عبدالعزیز صاحب قاسمی

آپ کی نسبت تاریخ کبیر صفحہ ۲۸۴ میں ہے:-

"پیر عبدالعزیز قاسمی بن پیر امیرالدین قاسمی مذکور ؒ پس از تحصیل علم ضروری باحاجی الٰہی بخش صاحب کہ مرید شیخ عبدالہادی عرف "شاہ نادار" بود بیعت نمودہ در طریقۂ نقشبندیہ داخل گردید در ریاضات و عبادات معہودہ پیشۂ خود ساختہ بود در سال سنہ ہزار و دو صد و نود و نہ (۱۲۹۹ھ) شربت اجل چشیدہ در امرتسر در جنب والد خود آسود۔"

حضرت پیر عبدالقدوس صاحب قاسمی

آپ کے متعلق تاریخ مذکور کے مؤلف نے لکھا ہے:-

"فرزند دوم پیر امیرالدین قاسمی موصوف، مرید حضرت حاجی الٰہی بخش ؒ بود۔ مدام در مراقبہ و ضبط اوقات در اوراد و وظائف و اذکار مشاغل بود۔ در سن ہزار و سہ صد و شش (۱۳۰۶ھ) رحلت کردہ در قبرستان "بلاکا" محوطہ پدر خود در شہر امرتسر آسود۔"

Marfat.com

حضرت مولٰنا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمیؒ

آپ حضرت پیر امیر الدین صاحب قاسمی موصوف رحمہ اللہ کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کا تعارف "تاریخ کبیر کشمیر" کے لائق مصنف نے "تذکرۂ علمائے ربانی و فضلائے حقانی" کے عنوان کے تحت سب سے آخر میں بایں الفاظ کرایا ہے :۔

(۱) "مولانا ابو زبیر غلام رسول ؒ شہید مفتی امرتسر فرزند اصغر پیر امیر الدینؒ صاحب قاسمی موصوف۔ ولادت بسال در امرتسر و اکتساب علوم نقلیہ و عقلیہ از علماء و فضلاء متعدد مثل مولوی قطب الدین کشمیری آباءً و سیالکوٹی مولداً و مولوی عبد القدوس پاندانی مفتی کشمیر و مولوی حبیب اللہ الکشمیری آباءً و اپشاوری مولداً ثم الامرتسری مسکناً و مدفناً وغیرہم من الاحناف نمودہ کتب ابتدائی از اولین و متوسط و اعلیٰ از اخیر الذکر دیدہ خواندہ و سند علوم بتمامہا از مولوی ابو الحسنات عبد الحی لکھنوی گرفتہ در وقت اکتساب و بعد تحصیل بسعی تمام در درس و تدریس مشغول گردیدہ۔ غرض کہ مدت دراز چناں در افادہ و افاضہ بر مردماں کشادہ کہ نظر آں متحقق نہ۔ بباعث درس و تدریس کثیر در فضل و دقت نظر از فضلاء گوئے سبقت بردہ چنانچہ کماں فضل آں یگانہ از تالیفات شاں مثل "الالہام

عہ اس کفر شکن کتاب کی وجہ سے حضرت مولٰنا قاسمی رحمہ اللہ (بقیہ ۱۰۱ پر)

الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح" و "تحقیق المرام فی منع القراءۃ خلف الامام" و رسالہ در بحث "امتناع و امکانِ نظیر" وغیرہا ظاہر است و اعتمادآ بر کمال و فضل و تقویٰ آں بے عدیل استفتا ہا از اطراف و دور و دراز می آمدند. وہر یکے را باوجودِ قلتِ فرصت بجواب باصواب مسرور می فرمودند۔ حاصل کلام کہ مردے در علم و تواضع و تورّع لاثانی بود۔ و بیعت در دست خواجہ دین محمدؐ صاحب معروف بحضرت ملا صاحبؒ فرزند و جانشین خواجہ نور محمد صاحب معروف بہ بابا جی صاحبؒ تیراہی چوردھی نمودہ و بمراقبات و ذکر و فکر مشغول می بود آخر مرشد بندگوارش اجازت نامہ در جمیعِ طرقِ فقر عنایت نمودہ و مرجعِ خاص و عام گردیدہ و آخر بعارضۂ طاعون علیل شدہ بتاریخ ہفتم ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ ہزار و سہ صد و بیست بعمر شصت و سہ سال (۶۳) صدائے ارجعی شنیدہ جان بحق تسلیم نمود در مقبرۂ "بولاکا" بیرون شہر امرتسر بطرف شرق مدفون گردیدہ اند.

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰) کی ذات بابرکات مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی بدزبانی کا نشانہ بنی رہی۔ چنانچہ مرزا جی نے انجام آتھم اور حقیقۃ الوحی وغیرہ تصانیف میں حضرت مفتی صاحبؒ کو دل کھول کر کوسا ہے۔ "الالہام الصحیح" کے جواب میں مرزا جی نے عربی میں ایک رسالہ "اتمام الحجۃ" نامی بھی شائع کیا تھا لیکن وہ جواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص لاجواب ہو کر مخالف کا منہ چڑا رہا ہو۔

Marfat.com

مولانا محمد الدین صاحبؒ سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور (متوفی ۱۹۹
اپنی فارسی کتاب "مختصر تاریخ کشمیر" مطبوعہ لاہور ۱۳۰۱ھ کے صفحہ ۱۴ پر
حضرت بابا محمد مقصود مخدومیؒ (متوفی ۱۱۶۳ھ) کے تذکرہ میں حاشیہ پر
لکھتے ہیں:-

(۲) "منسوب بمخدوم حمزہ کشمیریؒ است۔ و مشفق ما عالم باعمل
و فاضل اکمل مولوی بابا غلام رسول امرتسری ہم مخدومی است"

مولانا محمد الدین صاحبؒ نے اس عبارت میں حضرت مولانا غلام رسول
صاحب قاسمیؒ کو جو مخدومی لکھا ہے۔ تو یہ نسب کے اعتبار سے نہیں
بلکہ نسبت طریقت کے لحاظ سے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا
قاسمیؒ کسی مخدومی بزرگ سے بھی مجاز ہوں گے۔ مولانا قاسمیؒ کے نسب
کے متعلق خود مولانا محمد الدین موصوفؒ نے اپنی دوسری فارسی کتاب
"روضۃ الابرار" مطبوعہ جہلم ۱۳۰۲ھ کے صفحہ ۵۲ میں حضرت مولانا
خواجہ محمد ٹوپیگر کشمیریؒ (جو عہد شاہ جہانی کے اواخر اور عہد عالمگیر
کے اوائل میں کشمیر کے فضلاء میں سے تھے) کے تذکرہ کے سلسلہ میں حاشیہ
پر تحریر فرمایا ہے:-

(۳) "وہمینی مولوی بابا غلام رسول امرتسری از اولادِ بابا
اسمٰعیلؒ سہروردی است کہ بہ "بہائی" شہرت داشت و صاحب
کرامات بود" الخ

حضرت مولانا مفتی صاحب قاسمیؒ موصوفؒ کے متعلق آپ کے ایک

شاگرد مولٰنا عبدالعزیز صاحب امرتسری مرحوم نے "تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام" طبع اوّل مطبوعہ ۱۲۹۶ھ ص۳۳ کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

(۲) "مؤلف (مفتی صاحب موصوف) از اولاد حضرت بابا اجیرالدینؒ و اوشاں از اولاد امجاد بابا محمد عنایت اللہؒ ابن مولٰنا محمد ہدایت اللہؒ ابن بابا محمد قاسمؒ ابن صاحب کرامات و عالی مقامات حضرت محمد اسمٰعیلؒ سہروردی احوال کلاں اسنا و نام نامی ایشاں در تاریخ اعظمی نیز مندرج است"۔

تاریخ کبیر کشمیر اور مختصر تاریخ کشمیر اور روضۃ الابرار کے اس مختصر تعارف کی تفصیل آپ کو اس مقالہ سے معلوم ہوگی جو حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کی طرف سے ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی مجریہ ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ مطابق مارچ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا تھا اور حسب مناسبت ترمیم اور اضافہ کے ساتھ ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے:۔

"صاحب تذکرہ مولٰنا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمیؒ امرتسر ہی میں پیدا ہوئے۔ اور ابھی بچے ہی تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ (جو بڑی صالحہ عابدہ اور خدا پرست خاتون تھیں) اور برادر بزرگ مولٰنا عبدالعزیز قاسمیؒ (متوفی ۱۲۹۹ھ) کے سایہ عاطفت اور نگرانی میں پرورش و تربیت پائی۔ قرآن مجید اور فارسی کی کتابیں اپنے برادر اکبر موصوف سے پڑھیں۔ اس کے بعد اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ اقارب سے

Marfat.com

ملاقات کے لئے کشمیر جانا ہوا تو وہاں قریباً تین سال تک اقامت پذیر رہے اس دوران میں کشمیر کے مشہور علماء مولٰنا مفتی عزیز الدین صاحب متوفی ۱۳۱۴ھ اور مولٰنا مفتی عبدالقدوس صاحب پاندانی متوفی ۱۲۸۳ھ سے کتابیں پڑھیں (پاندان سری نگر کا ایک محلہ ہے)

واپسی امرتسر سلسلہ تعلیم یہاں تک پہنچا تھا کہ امرتسر واپس تشریف لے آئے اور یہاں حضرت مولٰنا قطب الدین صاحب رح سے کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے۔ اس کے بعد حضرت مولٰنا قاری عبدالعلی صاحب سے استفادہ کیا۔ ان ہی دنوں حضرت مولٰنا حبیب اللہ صاحب پشاور سے آکر امرتسر میں مقیم ہو گئے۔ تو آپ نے ان سے بھی پڑھنا شروع کر دیا تکمیل تعلیم کے بعد سند حاصل کی۔

علمی خدمات آپ کے اکثر اوقات درس و تدریس، مطالعہ اور فتوےٰ نویسی میں گذرتے تھے۔ قدرت کی طرف سے اعلیٰ درجہ کی قوت حافظہ عطا ہوئی تھی۔ ذہانت و فطانت میں یکتائے روزگار تھے۔ حقائق و معارف کا استحضار بے مثال تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ تفسیر قرآن، حدیث، فقہ، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، منطق، فلسفہ، صرف و نحو، معانی و بلاغت، ہیئات و ہندسہ، تصوف و طب۔ غرض تمام علوم و فنون کی کتابیں نہایت بے تکلفی اور خوبی و عمدگی سے پڑھاتے تھے بالخصوص علم منطق پر آپ کو کامل عبور تھا۔

روایت حسن حضرت مولٰنا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ثم لاہوری رحمہ اللہ

Marfat.com

(متوفی ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء) راوی ہیں کہ ان کے استاذ مولٰنا محمد معصوم صاحب ہزاروی جو حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "منطق پڑھنے کو تمام علماء پڑھتے ہیں لیکن قوانین شرلیت کے بانحت اسے استعمال کرنا مولٰنا غلام رسول قاسمی امرتسری ہی کا حق ہے۔"

حضرت مولٰنا محمد معصومؒ کے اس ارشاد کی صداقت مولٰنا غلام رسول قاسمیؒ کی تصنیف "الالہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح" کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے۔ غرض حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کی زندگی کا بیشتر حصہ علوم و فنون کے پڑھنے پڑھانے میں صرف ہوا۔ روزانہ بیس پچیس اسباق طلبا کو مسجد میاں محمد جان مرحوم میں بغیر کسی تنخواہ اور معاوضے کے پڑھاتے تھے۔ اس للٰہیت اور شغف کا یہ اثر تھا کہ متحدہ ہندوستان کے تقریباً تمام صوبوں کے علاوہ بیرون ہند ایران، افغانستان، بدخشاں اور بخارا تک کے طلب کھنچے چلے آتے اور حضرتؒ سے فیض یاب ہوتے تھے۔

علم کا احترام طلبا سے شفقت و محبت کا برتاؤ فرماتے۔ لیکن اگر کسی طالب علم میں گستاخی پاتے تو اسے سزا بھی دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم کو دیکھا کہ سر کے نیچے کتاب رکھ کر لیٹا ہوا ہے۔ تو حضرت مفتی صاحبؒ علم کی اس تحقیر کو برداشت نہ کرسکے۔ چنانچہ اس طالب علم کو جسمانی سزا بھی دی اور تنبیہ بھی کی۔

فتوے نویسی درس و تدریس کے علاوہ فتوے نویسی کا کام بھی آپ کو بہت

Marfat.com

زیادہ کرنا پڑتا تھا۔ ہند اور بیرونِ ہند سے جس قدر استفتا آتے۔ آپ اپنے دستِ مبارک سے سب کا جواب خود تحریر فرماتے۔ فتوےٰ نویسی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

ایک اہم رائے حضرت شیخ المشائخ میاں علی محمد صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین بسی لو (ہوشیارپور) مقیم حال پاکپتن جو علوم ظاہری و باطنی میں باکمال بزرگ ہیں امرتسر میں ہمارے غریب خانے پر قیام فرما تھے۔ تو کسی بات پر علمائے امرتسر کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی۔ تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا۔

"امرتسر میں جیسے باکمال مفتی مولانا غلام رسول صاحبؒ داشتی ہوئے ہیں ان کی نظیر نہیں۔" (بلفظہ لقدر حافظہ)

خطابت آپ ہر جمعہ کو مسجد خان بہادر میاں محمد جان مرحوم میں خطبہ دیتے تھے۔ وعظ میں اصلاحِ عقائد و اعمال پر زور دیتے تھے۔ پیشہ ور واعظوں کی طرح عوام کو خوش کرنا مقصود نہ تھا۔ بلکہ آپ کا وعظ مصلحانہ اور عالمانہ ہوتا تھا۔

مولانا عبد الحیؒ کی سند آپ کے علمی مرتبے کا اندازہ کرنے کے لئے یہ واقعہ بہت کافی ہے کہ حضرت علامہ مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی فرنگی محلیؒ نے آپ کی علمی قابلیت پر خوش ہو کر آپ کو تمام علوم کی سند ارسال فرمائی تھی۔ باوجودیکہ آپ نے علامہ موصوفؒ کو نہ دیکھا اور نہ ان سے کچھ پڑھا۔ علامہ

Marfat.com

لکھنوی کی وفات ۱۳۰۹ھ میں ہوئی تھی۔

بیعت آپ حضرت خواجہ دین محمد صاحب عرف حضرت ملّا صاحب چھدری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۲۵ھ فرزند ارجمند حضرت خواجہ نور محمد صاحب عرف باباجی صاحب تیراہی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۸۶ھ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ اور آپ کو جملہ سلاسل صوفیہ کی اجازت اور سندِ خلافت عطا ہوئی۔

تصانیف مذکورہ بالا مشاغل بجائے خود بہت کافی تھے۔ لیکن مولٰنا قاسمیؒ ایک عالی ہمت اور باعزم انسان تھے۔ اسی پر قناعت نہ کی۔ بلکہ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ تاکہ دین کی خدمت کا یہ گوشہ بھی خالی نہ رہے۔ چنانچہ آپ نے حسب ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں:۔

(۱) تحقیق المرام فی منع القراٰۃ خلف الامام (عربی) ا یہ کتاب دو دفعہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے پہلی بار بغیر ترجمہ کے ۱۲۹۶ھ میں شائع ہوئی تھی۔ دوسری بار آپ کے شاگردِ رشید مولانا نور بخش صاحب ایم۔اے۔ توکلی مرحوم سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور و مصنف "تحفہ شیعہ" کے اردو ترجمہ کے ساتھ بسعی مولٰنا بہاء الحق صاحب قاسمی ۱۳۴۱ھ میں چھپی تھی۔

(۲) الالہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح (عربی) یہ نہایت فاضلانہ کتاب ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ اس کا اردو

Marfat.com

ترجمہ حضرت مولنا مفتی غلام مصطفٰے صاحب قاسمی جو مصنّف علام کے برادر زادہ اور شاگرد تھے، کے قلم سے شائع ہوا تھا۔ یہ کتاب مفتی غلام رسول صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد اور مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کے اثبات میں تحریر فرمائی تھی۔ حضرت مولنا نور احمد صاحب امرتسری خطیب مسجد شیخ بڈھا (متوفی ۱۳۴۸ھ) کے زیر ہدایت یہ کتاب مدرسہ نعمانیہ امرتسر کے طلبہ کو درساً پڑھائی جاتی تھی کیونکہ ان دنوں قادیانیوں کا پروپیگنڈا شباب پر تھا۔ اس علمی کتاب کو وہی طلبہ پڑھتے تھے جن کی منطق تعلیم کم از کم رسالہ "میرزاہد" تک ہوتی تھی۔

(۳) الاتفاق المبررة التقی علی ان سنة الجمعة لا تقضی

اس رسالے میں سُنّت قبل جمعہ کی نسبت یہ ثابت فرمایا کہ جب وہ اپنے وقت پر نہ پڑھی جا سکیں تو پھر ان کی قضا نہیں ہے۔ ہاں اگر بعد میں پڑھی جائیں تو اُن کی حیثیت سُنّت کی نہیں بلکہ نفل کی ہوگی۔ اس رسالے کی تصنیف کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اس زمانے میں امرتسر کے عوام کے درمیان اس مسئلے پر بہت جھگڑے ہوتے تھے اور شہر کی فضا مکدر ہوگئی تھی۔ اس رسالے کی اشاعت سے فضا پُرسکون ہوگئی۔ رسالہ ہذا کے آخر میں ہندوستان اور مکہ مکرمہ کے اکابر علمائے کرام کی تصدیقات مندرج ہیں۔ جن میں حضرت مولنا رحمت اللہ

عہ راقم نے مولنا غلام قادر صاحب قادری امرتسری مرحوم سے (بقیہ صفحہ ۱۰۹ پر)

صاحب کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۹۱ء بانی مدرسہ صولتیہ، مکہ شریف) اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (متوفی ۱۳۲۳ھ) کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان مطبوعہ رسائل کے علاوہ آپ کی بعض غیر مطبوعہ قلمی تصنیفات بھی تھیں۔ لیکن آپ کے انتقال کے بعد وہ ضائع ہوگئیں۔ ان تصنیفات میں ایک رسالہ (۱) "امکان و امتناع نظیر" کے مسئلے کے متعلق تھا۔ (۲) "حواشی قاضی مبارک" (۳) "حواشی شرح ملا جامی" (۴) متفرق مضامین کا مجموعہ ——— ان علمی جواہر کا ضیاع ایک المناک حادثہ ہے۔

ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس کی صدارت

درس و تدریس، فتوے نویسی اور تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ علمی اداروں کی سرپرستی بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ بعض ارکان انجمن اسلامیہ امرتسر کی درخواست پر آپ نے انجمن کے مدرسہ دینیات کی سرپرستی فرمائی۔ اسی طرح ندوۃ العلماء لکھنؤ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸) جو حضرت مولانا قاسمیؒ کے شاگرد تھے

سنا ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کیرانوی نے ہجرت کے سلسلہ میں ایک رات مسجد میاں محمد جان امرتسر میں بسر فرمائی اور پوشیدہ طور پر نکل گئے۔ مولانا کیرانویؒ کے قیام کی وجہ سے حکومت نے مولانا قاسمیؒ سے پوچھ گچھ کی تھی۔ تو مولانا قاسمی صاحب نے یہ جواب دیا تھا کہ مسجد میں کوئی بھی آکر رہ سکتا ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا (حکیم محمد موسیٰ)

Marfat.com

کی درخواست پر آپ نے ندوۃ کے سالانہ اجلاس کلکتہ منعقدہ شعبان ۱۳۱۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۱ء کی صدارت بھی فرمائی تھی۔ اس اجلاس میں متحدہ ہندوستان کے مختلف صوبوں کے علماء و زعماء و روساء بکثرت شریک ہوئے تھے۔ بلکہ مختلف مقتدر انجمنوں مثلاً انجمن حمایت اسلام لاہور انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے علاوہ شملہ، پانی پت، بانکی پور، مونگیر، آرہ (بہار) وغیرہ مقامات کی انجمنوں کے نمائندے بھی اجلاس میں شامل ہوئے عوام بھی اس اجلاس میں بکثرت شریک تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ، مولانا شاہ محمد سلیمان صاحبؒ چشتی قادری پھلواروی (متوفی ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء) کی تحریک اور مولانا ابو محمد عبدالحق صاحبؒ حقانی دہلوی (مفسر تفسیر حقانی متوفی ۱۹۱۷ء) کی تائید اور تمام حاضرین کے اتفاق رائے سے صدر اجلاس مقرر ہوئے۔ مولانا قادری شاہ محمد سلیمان پھلواروی نے صدارت کی تحریک کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی تھی اس کا کچھ حصہ ذیل میں درج ہے:-

"حضرات! ہمارے جلسے کے حقیقی اور معنوی صدر انجمن حضور پُر نور جنود بدولت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کی غلامی پر ہم سب کو فخر ہے۔ اور یہ انہی کی کشش ہے کہ ہر دیار و امصار سے اور تمام اسلامی طبقوں سے علماء، مشائخ روساء، ملازمت پیشہ اشخاص اپنے کاروبار کو چھوڑ کر یہاں تشریف لائے ہیں (الی آن قال) صاحبو! ہماری ظاہر بین آنکھوں

کے سامنے سے حضور عالی جاہؐ کی ذات پاک پوشیدہ ہے اور ظاہری کاروبار ظاہری صدر انجمن کے وجود پر موقوف ہے۔ لہذا ایک شخص کو صدر انجمن قرار دینا ضروری ہے جو ہمارے حضورؐ کی نیابت کر سکے۔ کون نہیں جانتا کہ ہمارے سرکارؐ نے علماء دین کو اپنا وارث اور نائب قرار دیا ہے۔ لہذا انہیں میں سے کسی محترم بزرگ کو جو برگزیدہ اور مقدس ہوں اس وقت کے جلسہ کے لئے صدر منتخب کر لینا چاہئیے۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ مولانا مفتی غلام رسول صاحب امرتسری جو فضل و تقدس اور سن وسال کے اعتبار سے واجب التعظیم ہیں اس جلسہ کی صدارت قبول فرمائیں"۔
مولانا ابو محمد عبدالحق صاحبؒ دہلوی نے اس کی تائید فرمائی اور باتفاق رائے حاضرین مولانا ممدوح مدظلہ العالی صدارت ہوئے"۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کی مختصر ترین تقریر نقل کی گئی ہے یہ اقتباس "روداد اجلاس ہشتم ندوۃ العلماء" مطبوعہ محمود المطابع کانپور کے صفحہ ۱۵ و ۱۶ سے لیا گیا ہے۔ روداد کی مطبوعہ کاپی مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہٗ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے میری درخواست پر بذریعہ ڈاک بھجوائی۔ جو ۳۰ جنوری ۱۹۶۲ء کو میرے پاس پہنچی۔ جس کے لئے میں مولانا کا ممنون ہوں (محمد بہاء الحق قاسمی عفی عنہ)

حضرت مفتی صاحبؒ نے چند ماہ کے بعد ندوہ سے بعض امور میں اختلاف رائے کی بناء پر علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ لیکن صرف علیحدگی پر قناعت

Marfat.com

فرمائی۔ مخالفت کا طریق اختیار نہیں فرمایا۔ جیسا کہ بعض علماء نے اختیار کیا تھا۔

مسلک ومشرب حضرت مفتی صاحبؒ حنفی المذہب اور صوفی المشرب تھے لیکن طبع مبارک میں تعصب وتشدد نہ تھا۔ دیوبندی بریلوی جھگڑے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگرچہ علمائے دیوبند سے بعض مسائل میں آپ کو اختلاف تھا۔ لیکن ان سے حسنِ ظن رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ امرتسر میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کی تکفیر کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور بہت ہی شدت اختیار کر گیا۔ ایسی فضا میں حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی نے جرأت سے کام لے کر جلسۂ عام میں لوگوں کے اس رویے کی شدید مذمت کی اور فرمایا کہ :۔

"میں مولوی رشید احمد صاحب کا نہ شاگرد ہوں نہ اُستاد، نہ مُرید ہوں نہ پیر، میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن آخر وہ ایک عالم ہیں۔ اور ایک عالم کی اس طرح توہین وتکفیر ہرگز جائز قرار نہیں دی جا سکتی"۔

مولانا قاسمیؒ کے ان ارشادات کا بہت اچھا اثر ہوا۔ امرتسر کی فضا میں امن وسکون پیدا ہو گیا۔

حلیہ ولباس حضرت مفتی غلام رسول صاحبؒ نہایت وجیہ اور خوبصورت تھے۔ ہزاروں میں بیٹھے ہوئے اپنے حسنِ خدا داد کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے۔ دراز بینی، کشادہ پیشانی اور خوبصورت داڑھی مردانہ حسن کا پتہ دیتی تھی۔ اس پر آپ کی خوش پوشی سونے

پر سہاگہ کا کام دیتی تھی۔ موسم گرما میں ململ کی پگڑی یا پشاوری لنگی اور موسم سرما میں پشمینے کا عمامہ زیب سر فرماتے۔ چلنے میں رفتار متوسط درجے کی اور باوقار تھی۔ اندازِ گفتگو نہایت بارعب لیکن دل کو لبھانے والا ہوتا۔

وفات جب آپ کی عمر مبارک سُنّت کے موافق ۶۳ سال کی ہوئی تو آپ پر مرض طاعون کا حملہ ہوا جو بہ فرمان رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم "ہر مومن کے لئے شہادت ہے" آپ کے ایک مخلص شاگرد حکیم ڈاکٹر غلام رسول صاحب مرحوم شب و روز خدمت میں حاضر رہ کر علاج کرتے رہے جس کے نتیجہ میں افاقہ بھی ہو گیا۔ لیکن بظاہر بے احتیاطی اور بہ باطن مشیت ایزدی کے سبب مرض بے قابو ہو گیا۔

انتقال سے کچھ دیر پہلے امرتسر کے بعض علماء موجود تھے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب خطیب مسجد شیخ بڈھا ؒ محشی مکتوبات مجدد الف ثانی (متوفی ۱۳۴۳ھ) نے سورہ یٰسین کی تلاوت شروع فرمائی۔ جب آپ آیت "وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ" پر پہنچے۔ تو حضرت مولانا قاسمی ؒ نے مولانا نور احمد صاحب کو روک کر اور خود اس آیت کو پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا اور مختصر تفسیر بیان فرمائی۔ اس کے بعد سورۃ کا باقی حصہ پڑھنے کے لئے مولانا کو کہا۔ آخر چند گھنٹوں کے بعد اس فاضل بے مثال نے ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو پیر کے دن بوقت سحر اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو کوچ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خبرِ رحلت آپ کے انتقال پُر ملال کی خبر شہر امرتسر اور اس کے

Marfat.com

ملحقہ دیہات بلکہ دوسرے شہروں میں بھی بجلی کی طرح فوراً پہنچ گئی۔
حضرت پیر روشن ضمیر محمد عبد الغفار[عہ] شاہ صاحب کشمیری ثم لاہوری رحمہ اللہ (متوفی ۲ رجمادی الثانیہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۲۲ء) فرماتے تھے کہ

"حضرت مفتی صاحبؒ جس وقت فوت ہوئے ٹھیک اسی وقت ہم کو اس کی اطلاع لاہور میں ہو گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ہاتف غیبی اس خبر کو پھیلا رہا ہے"۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے پیر طریقت خواجہ دین محمد صاحب عرف حضرت ملا صاحب چوروی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روز نماز فجر کے بعد سرد آہ بھر کر فرمایا کہ:-

"آج پنجاب کا آفتاب غروب ہو گیا"۔

حاضرین نے اس کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ:-

"مولٰنا غلام رسول صاحب امرتسری کا انتقال ہو گیا ہے"۔

اس واقعہ کا ذکر حضرت صاحبزادہ محمد عادل شاہ صاحب چوروی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "انوارِ تیراہی" میں فرمایا ہے۔

نمازِ جنازہ بیرونی مقامات کی جب یہ کیفیت تھی تو امرتسر میں بھلا کیوں نہ تہلکہ مچ جاتا؟ ہر گھر میں ہر زبان پر اسی واقعہ ہائلہ کا

عہ "تذکرہ اصلاحات" کے طبع اول میں آپ کے پیر و مرشد کا اسم گرامی حضرت شیخ احمد تارہ بلی لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ آپ کی بیعت حضرت حاجی عبد الرحیم صاحب کشمیری زینہ کدلی رحمہ اللہ (متوفی ۳ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ) سے تھی (محمد بہاء الحق)

Marfat.com

ذکر تھا خورد و کلاں سب کے چہروں پر آثارِ غم ہویدا تھے۔ لوگ جوق در جوق اس کثرت کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ کے در دولت پر جمع ہونے لگے کہ کوچہ و بازار اور جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم اور گرد و نواح کے تمام علاقے انسانوں سے بھر گئے۔ جب تل دھرنے کو بھی جگہ نہ رہی تو لوگ "قلعہ گوبند سنگھ" کے وسیع میدان میں پہنچنے لگے۔ کیونکہ جنازے کی نماز یہیں پڑھی جانی تھی۔ تجہیز و تکفین مسنون طریقے پر کرنے کے بعد جنازہ اس شان سے روانہ ہوا کہ ہزارہا بیتاب اور غمزدہ انسانوں کا ہجوم ساتھ تھا۔ تمام گذرگاہوں پر پانی کا چھڑکاؤ اور جنازے پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔

جنازے کی چار پائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس اس غرض سے باندھ رکھے تھے کہ جنازے کو کندھا دینے کا شرف زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو حاصل ہوسکے۔ امرتسر کے غیر مسلم باشندے مسلمانوں کے ایک بوریہ نشین عالم دین کے جنازے کی یہ شان دیکھ کر انگشت بدنداں تھے۔ قلعے کے میدان تک جو آپ کے گھر سے نصف میل کے فاصلے پر تھا جنازہ کئی گھنٹوں میں پہنچا۔

"تاریخ اقوام کشمیر" میں لکھا ہے کہ چالیس پچاس ہزار مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور معتبر بزرگ راوی ہیں کہ اس سے کہیں زیادہ اجتماع تھا۔

کرامت

آپ کے انتقال کے ٹھیک تین سال بعد آپ کی قبر مبارک کے قریب ایک دوسری قبر کھودتے وقت آپ کی قبر مبارک کی لحد میں شگاف نظر آیا۔ بعض لوگوں نے شگاف کو ہاتھ سے ذرا وسیع کر کے قبر کے اندر جھانکا تو کفن نظر آیا۔ اس پر ان لوگوں نے جو کسی میت کو دفن کرنے

Marfat.com

کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضرتؒ کی قبر مبارک اور زیادہ وا شگاف کر کے اچھی طرح دیکھا تو کفن صحیح سالم تھا۔ حضرت کے چہرۂ مبارک سے کفن اٹھایا تو اس کو زندگی کی طرح پُر رونق پایا۔ یہ خبر شہر میں فوراً پہنچ گئی اور لوگ زیارت کے لئے آنے لگے۔ اس پر معززین شہر نے شگاف بند کر کے قبر مبارک پر مٹی ڈال دی۔ اور شہر سے آنے والے لوگوں کو سختی سے روک دیا۔

آپ کی آخری آرام گاہ گورستان "بلاکا" بیرون حکیماں گیٹ امرتسر میں ہے جس کے گرد چار دیواری بنا دی گئی تھی۔ (نور اللہ مرقدہ)

قطعات تاریخ وفات حضرت مولانا مفتی

پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

(۱)

از مولانا غلام احمد صاحب اخگر مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار اہل فقہ امرتسر
(متوفی ۱۹۲۷ء)

فاضل دہر و حامی توحید	کرد ز اینجا سفر بخلد رسید
نام پاکش بداں غلام رسولؐ	شد ز طاعون براہ صدق شہید
شور ماتم بپا شدہ ہر سو	ملک الموت روح او چو کشید
وا دریغا کہ روئے مولانا	تا قیامت کسے نہ خواہد دید
بود او بدر سالک اسلام	آفتاب علوم دین مجید
تیرہ گردید صبح ما چوں شام	شد محرم عیاں بجائے عید

خبر انتقال مولناؒ اخگر خستہ حال چوں بشنید
از خرد ہم ز ہاتف غیبی سال تاریخ رحلتش پرسید
داد ہاتف ندا کہ اے اخگر
بشہادت رسید نفس سعید
۱۳۲۰ھ

(۲)

از خواجہ عبدالعزیز صاحب خواجہ مرحوم سوداگر پشمینہ امرتسر

مفتی دہر آں غلام رسولؒ صدر خاصان بارگاہ الٰہ
صبح دو شنبہ سابع رمضان رفت سوئے ارم بہ حشمت و جاہ
زد پئے سال ہشت بار سروش
نعرۂ لا الٰہ الا اللہ عہ
منقول از تاریخ کبیر کشمیر ۱۳۱۴/۱۳۱۵

حضرت مفتی صاحبؒ کے اساتذہ کرامؒ

آپ کے اساتذہ کرامؒ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:-

(۱) حضرت مولنا عبدالقدوس صاحبؒ پاندانی (۲) حضرت مولنا مفتی عزیز الدین صاحبؒ (۳) حضرت مولنا صوفی حمایت اللہ صاحبؒ قادری (۴) حضرت

عہ لا الٰہ الا اللہ کے اعداد کو آٹھ بار جمع کرنے سے ۱۳۲۰ھ برآمد ہوتے ہیں۔

Marfat.com

مولانا حبیب اللہ صاحبؒ پشاوری (۵) حضرت مولانا قاری عبدالعلی صاحبؒ (۶) حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ۔

اب ان حضرات کا الگ الگ مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے :-

حضرت مولانا عبدالقدوس صاحبؒ پاندانی

آپ محلّہ پاندان متصل جامع مسجد سری نگر کے باشندہ تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا امیرالدینؒ کلاں کے نام سے مشہور تھے اور مولانا امیرالدینؒ علامہ ہدایت اللہ صاحبؒ کے فرزند دوم تھے۔ مولانا امیرالدینؒ مدت تک قضاءِ کشمیر کے منصب پر فائز رہے۔ "حق گوئی و بیباکی" آپ کا شیوہ تھا۔ مولانا عبدالقدوس صاحبؒ بھی اپنے اسلاف کے طریق پر گامزن رہے۔ آپ اپنے والد ماجدؒ کے شاگرد تھے۔ آپ بھی مدت تک قضا کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تعلیم وتدریس آپ کا مستقل شغل تھا۔ اس کے بعد ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں شہزادگان شجاع الملک کو تعلیم دینے پر مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کشمیر واپس تشریف لائے۔ اور ۱۲۵۳ھ میں فوت ہوکر اپنے آباء واجداد کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ (ماخوذ از تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۳۰۸-۳۰۹)

حضرت مولانا مفتی عزیز الدینؒ

فرزند ارجمند مولانا مفتی ناصرالدین صاحبؒ آپ نے پہلے اپنے والد ماجدؒ سے علوم کی تحصیل فرمائی۔ پھر حضرت علامہ سید سعید صاحبؒ اندرابی کشمیری سے علوم نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل کی۔ آپ جراءت وذکاوت اور تقریری وتحریری مناظرہ ومباحثہ میں اپنے زمانہ میں فردِ یکتا تھے۔ مسند قضا وفتوی کو زینت بخشی۔

Marfat.com

راجہ رنبیر سنگھ والئی کشمیر کے دورِ حکومت میں محکمۂ عدالت صدر کے صدر نشین رہے۔ کثرتِ مشاغل کے باوجود درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ آخر منصب عدالت سے مستعفی ہو کر خلوت گزیں ہو گئے۔ (منقول از تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۱۳۱۳/۱۳۱۴)

تاریخ اقوام کشمیر جلد سوم صفحہ ۱/۴۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد امیر عبدالرحمٰن خاں صاحب مرحوم سابق والئی افغانستان نے صوبہ جلال آباد (افغانستان) کی قضا (جج) کے لئے آپ کو یاد فرمایا لیکن چونکہ آپ درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرما چکے تھے۔ اس لئے آپ نے امیر ممدوح کی اس پیشکش کو منظور فرمانے سے عذر کر دیا۔

آخر آپ ۱۰ شوال ۱۳۱۲ھ کو انتقال فرما کر سری نگر ہی میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا صوفی حمایت اللہ صاحبؒ کشتواڑی

حضرت موصوفؒ کشتواڑ (کشمیر) کے باشندہ تھے۔ کشتواڑ سے امرتسر تشریف لے آئے تھے۔ عالم باعمل اور صوفی مشرب بزرگ اور حضرتِ میاں قطب الدین صاحبؒ کنگالی کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۶۹ھ) کے مرید باصفا تھے۔ حضرت میاں قطب الدین صاحبؒ کنگالی حضرت میاں محمد رفیق صاحبؒ کنگالی (متوفی ۱۲۲۶ھ) کے فرزند دوم تھے اور حضرت میاں محمد رفیق صاحبؒ کنگالی حضرت میاں گل محمد صاحبؒ کنگال اکبرآبادی (متوفی ۱۱۹۵ھ) کے خلیفہ تھے۔ یہ سب حضرات اپنے زمانے کے اولیاء کبار میں سے تھے۔ ان سب کا مختصر تذکرہ "تاریخ کبیر کشمیر" میں ملتا ہے (ملاحظہ ہوں

Marfat.com

صفحات ۲۶۳ ، ۲۶۴ ، ۲۶۸ ، ۲۶۹ ، ۲۷۷)

چونکہ ان سب حضرات کا تذکرہ نقل کرنے میں طوالت ہو جائے گی۔ اس لئے نظرانداز کیا جاتا ہے۔

حضرتِ میاں گل محمد صاحبؒ نے اپنے آپ کو تواضع کے طور پر زادِ آخرت سے تہی دست اور کنگال کہا ہوگا۔ اسی سے "کنگالی" مشہور ہو گئے ؎

آں محمد گل کہ ہمچوں گل شگفت
شاہ بود و خویش را کنگال گفت

اور آپ کے مریدین و خلفاء کو اسی نسبت سے "کنگالی" کہا جانے لگا۔

غرض مولٰنا حمایت اللہ صاحبؒ نے سفرِ حج سے واپسی پر امرتسر کو مستقر بنایا۔ اور درس و تدریس اور ذکر و فکر اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اُس زمانہ میں حضراتِ کشامرہ کا شاہانی کا کاروبار نہایت فروغ پر تھا۔ دولت کا نشہ سر پر سوار تھا۔ حدیہ کہ ان میں سے بعض لوگ حُقّے میں پانی کی بجائے دودھ ڈال کر کش اڑاتے تھے۔ "دینداری" کا انحصار "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کے وظیفہ پر تھا۔ بلکہ مسجدوں میں بھی چلّا چلّا کر یہی وظیفہ پڑھا جاتا تھا۔ حضرت مولٰناؒ نے آیت قرآنیہ "اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" یاد دلا کر نصیحت فرمائی کہ مسجدوں میں صرف اللہ کو پکارو۔ اور اُسی کا ذکر کیا کرو۔ یہ نصیحت سرمایہ دار بدمستوں کو ناگوارِ خاطر ہوئی اور اپنے سارنگیوں مزدوروں اور نوکروں کے ذریعہ مولٰناؒ کو ستانا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ اُن کے راستہ میں گڑھا کھود کر اوپر گھاس پھوس ڈال

Marfat.com

دیا گیا۔ مولنٰناؒ اندھیرے میں اِدھر سے گذرے اور گڑھے میں گر گئے بہت چوٹیں آئیں۔ کھڑے ہوئے تو آسمان کی طرف نظر اٹھا کر ایک سرد آہ بھری۔

اس کے بعد آپ جلد ہی دوبارہ مکۂ معظمہ کو بغرض حج روانہ ہو گئے۔ اپنے بھائی مولنٰنا عطاء اللہ صاحب مرحوم کو ہمراہ لے گئے تھے۔ جو مکہ معظمہ ہی میں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔ مکہ معظمہ میں امرتسر کا ایک شخص آپ سے ملا۔ اور اس نے مولنٰناؒ کو بتایا کہ آپ کو دکھ دینے والے لوگ دیوالیہ ہو کر کچھ تو مر کھپ گئے ہیں اور کچھ نہایت عُسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مولنٰناؒ نے اس پر خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ انا للہ پڑھ کر خاموش ہو گئے۔

مولنٰناؒ عبادت گذار اور شب بیدار بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ ایک معتقد نے عرض کیا کہ حضرت رات کو آرام بھی فرما لیا کریں تو جواب میں فرمایا ؎

چشمے کہ در خمار بود چوں خُسپد

آں را کہ غمِ یار بود چوں خُسپد

یہ واقعات جو اوپر بیان ہوئے ہیں ان میں سے اکثر میں نے اپنے والد محترم رحمہ اللہ سے سُنے ہیں اور بعض واقعات دوسرے لوگوں سے۔ اب مولنٰنا کا تعارف مؤلف "تاریخ کبیر کشمیر" کی زبانِ قلم سے سُنئے :-

"مولوی حمایت اللہ از علماء و تمت اکتساب علوم نمودہ در دستِ میاں قطب الدینؒ گنگالی بعیت کرد و بزیارتِ حرمین شریفین مشرف شد و شب بیدار و مشغول اذکار می بود و در کشف مشہور بود۔ و در امرتسر از سفر حرمین مراجعت نمود و در آنجا

Marfat.com

برادر خود مولوی عطاء اللہ ہمراہ خود گرفتہ باز بزیارت حرمین نہضت کرد و برادرش در آنجا رحلت نمودہ در مکہ معظمہ مدفون شد و مولوی حمایت اللہؒ روانہ ہند شدہ در بھوپال رسید در سن سہ صد و شانزدہ (۱۳۱۶ھ) انتقال نمود و در آنجا آسود۔" (صفحہ ۱۴۱۳)

اخبار اہلِ حدیث امرتسر مجریہ ۸ اگست ۱۹۱۹ء صفحہ ۱ میں مولٰنا صوفی حمایت اللہ صاحبؒ کو "علماء اہل حدیث" میں شمار کرنے کے علاوہ کہا گیا ہے کہ وہ مولٰنا سید عبدالعزیز صاحب قاسمیؒ اور مولٰنا مفتی غلام رسول صاحب قاسمیؒ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ مولٰنا صوفی صاحب موصوفؒ کے متعلق میرے والد ماجد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صوفی صاحبؒ حنفی المذہب اور قادری المشرب بزرگ تھے۔ ان کو مروجہ معنوں میں "اہل حدیث" کہنا غلط ہے۔ رہا رشتہ داری کا معاملہ تو اس کی اگر کوئی حقیقت ہوتی تو میرے والد ماجدؒ اور میرے دوسرے بزرگ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے لیکن باوجودیکہ حضرت صوفی صاحبؒ کا ذکرِ خیر میں نے اپنے بزرگوں سے بارہا سنا لیکن رشتہ داری کا ذکر میرے سامنے کبھی نہیں ہوا (محمد عباد الحق)

حضرت مولٰنا حبیب اللہ صاحبؒ پشاوری

آپ کے آبا و اجداد کشمیر سے پشاور آئے تھے۔ وہیں آپ کی پیدائش ہوئی اور وہیں آپ نے پرورش اور تعلیم بھی پائی تھی۔ بعد میں امرتسر میں اقامت فرمائی اور

وہیں عمر کا بقیہ حصہ درس و تدریس میں گذارا۔ اور امرتسر ہی میں فوت ہو کر مسجد جامع میاں محمد جان مرحوم کے حجرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک اب بھی وہاں موجود ہے۔

آپ علامہ حافظ دراز صاحب پشاوری محشی قاضی مبارک وشارح بخاری شریف (متوفی ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء) کے قابل تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے "عشرہ مبشرہ" اور "ابطال شرذمہ" کے نام سے دو نہایت فاضلانہ کتابیں لکھی تھیں۔ جن میں بعض اختلافی فقہی مسائل میں مذہب حنفی کے دلائل بیان فرمائے اور اعتراضات کے محققانہ جوابات دیئے تھے۔ سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

"عشرہ مبشرہ" مطبوعہ ۱۲۹۸ھ کا ذکر فہرست کتب خانہ سعید المحکماء حیدر آباد دکن صفحہ ۲۳۵۳ و فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۲ میں ملتا ہے۔

علامہ حافظ دراز صاحب رح

علامہ ممدوح رح کے متعلق میرے استفسار پر مولانا شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاول پور نے ۲۹ رجمادی الثانیہ ۱۳۸۳ھ کو ایک مکتوب ارسال فرمایا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت حافظ دراز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام ملا محمد حسن ہے، آپ شہر پشاور کی مسجد گنج میں رہا کرتے تھے اور حافظ صاحب گنج کے نام سے معروف تھے "قاضی مسلم" پر ان کا حاشیہ ہے

اور بخاری شریف پر ان کی فارسی شرح ہے جو مکمل نہیں! "منیح البادی اس کا نام ہے اگرچہ مطبوعہ ہے۔ لیکن نایاب ہے۔ میں نے چارسدہ کے شیخ الحدیث مولوی عبد الرحمٰن صاحب کے ہاں "منیح البادی" کو دیکھا ہے بہترین شرح ہے اس میں بعض نکات ایسے ہیں جو اکثر شروح میں نہیں ملتے اس شرح کا ذکر نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی مرحوم نے "اتحاف النبلاء" میں بہ سلسلہ شروح بخاری کیا ہے۔ لیکن انہوں نے سہواً یا غلطی سے مولانا حافظ دراز صاحبؒ کو پنجابی لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ سید احمد صاحب بریلویؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیل صاحبؒ شہید سے حافظ صاحب کی ملاقات ہوئی ہے۔ اگر لاہور میں "نزہۃ الخواطر" مل سکے جو علماء ہند کی عربی تاریخ ہے تو اس میں حافظ صاحبؒ کے حالات موجود ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے۔"

مولانا افغانی کے ارشاد کے مطابق "نزہۃ الخواطر" دیکھی گئی۔ تو اس میں حضرت حافظ صاحبؒ کے اسم گرامی کے ساتھ "خوشابی" کا لفظ لکھا ہوا پایا۔ اور "خوشاب" ضلع سرگودھا (سابق پنجاب) کا ایک بڑا قصبہ ہے۔ "تذکرہ علماء ہند" مترجم کے صفحہ ۱۸۵ میں حضرت حافظ صاحبؒ کے نام کے ساتھ "خوشالی" لکھا ہے۔ اصل میں "خوشابی" ہوگا۔ کتابت کی غلطی سے "خوشالی" ہوگیا۔ "حدائق الحنفیہ" ص۴۷۵ میں حضرت حافظ صاحبؒ کو "خوشابی" کہا گیا ہے۔ (واللہ اعلم) حضرت سید احمد صاحبؒ بریلوی نے علماء پشاور کے نام ایک طویل فارسی مکتوب تحریر فرمایا تھا۔ مکتوب الیہم کے سلسلہ میں حضرت حافظ صاحبؒ

کا اسمِ گرامی سرِ دفتر ہے۔ (ملاحظہ ہو "تواریخ عجیبہ" مطبوعہ فاروقی دہلی ص۳۰۵) حضرت سید صاحبؒ نے اسی خط میں لکھا ہے کہ "مذہب ایں فقیر آباً عن جدٍ مذہب حنفی است الخ (ص۳۰۶)

حضرت مولانا قاری عبد العلی صاحبؒ

آپ کا اصلی وطن گجرات (پنجاب) تھا۔ پھر امرتسر میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ آپ علامۂ زمن حضرت مولانا مفتی صدر الصدورؒ دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا قاری صاحبؒ ممدوح کو اللہ تعالیٰ نے دینی وجاہت کے ساتھ دنیوی وقار بھی عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ جہاں آپ درس و تدریس کے ذریعہ دینی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ وہاں میونسپل کمشنر ہونے کی وجہ سے بھی مرجع انام تھے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی دنیوی امداد فرماتے تھے۔ آپ کا انتقال بھی امرتسر میں ہوا تھا۔ سنِ وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ

آپ حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ کی اولاد سے تھے۔

عہ حضرت مفتی صاحب دہلوی موصوفؒ کشمیری الاصل تھے۔ آپ دہلی کے صدر الصدور اور مفتی اعظم تھے۔ سن ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں (جس کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا) فتویٰ جہاد کے الزام میں آپ کی جائیداد ضبط ہو گئی تھی۔ چند ماہ کی نظر بندی کے بعد آپ کو رہائی ملی نواب یوسف علی خاں رام پوری، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور سرسید احمد خاں علیگڑھی آپ ہی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء میں ہوئی (قاموس المشاہیر مؤلفہ نظامی بدایونی جلد ۲ ص۳۹)

Marfat.com

آپ کے والد ماجد مولنا محی الدین صاحبؒ کا وطن و مولد کشمیر تھا۔ "تاریخ کبیر کشمیر" میں آپ کی نسبت لکھا ہے :۔

"مولوی قطب الدینؒ فرزند مولوی محی الدینؒ کشمیری توطناً۔ در علم ظاہری فرد یکتا بود۔ در رسالہ ہا از وے یادگار است من جملہ آنہا" ادفع الدّ لائل در جواب خمسة مسائل" و "تحفۃ الہند" و "ہلال عید" وغیرہ است و با شیخ احمدؒ کشمیری واعظ (متوفی ۱۲۹۰ھ) در بعض مسائل مناظرہ داشت موجب آں بعض جہلاءِ امرتسر اورا بتوقف منسوب می کردند حالانکہ وے بری عنہ بودہ است بعد انتقال بیرون شہر امرتسر مقبرۂ فتح بابا آرمید (صفحہ ۳۱۹)

منشی محمد الدین صاحب فوق مرحوم نے بھی اپنی کتاب "ملک العلماء علامہ عبد الحکیم صاحبؒ" صفحہ ۴۲ میں مولنا قطب الدین صاحبؒ کا ذکر خیر کیا ہے۔ آپ کی وفات تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی تھی۔ لیکن وفات کی تاریخ اور سال معلوم نہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کے تلامذہ

حضرت مفتی صاحبؒ کے اساتذہ کے تذکرہ کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شاگردوں کا مختصر تذکرہ بھی کر دیا جائے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ جن میں سے بعض حضرات کے نام مجھے معلوم ہیں :۔

Marfat.com

(۱) مولنا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی (آپ کے برادرزادے اور جانشین) (۲) مولنا عطاء اللہ صاحب کشمیری (مدفون گورکدپور انڈیا) (۳) مولنا نوربخش صاحبؒ توکلی ایم۔ اے سابق ناظم انجمن حمایتہ وپروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور (۴) مولنا مفتی عبدالصمد خان صاحبؒ امرتسری (۵) مولنا نجم الدین صاحبؒ سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور (۶) حضرت مولنا رسول خاں صاحب مدظلہٗ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند حال شیخ التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور (۷) مولنا حکیم ڈاکٹر غلام رسول صاحب امرتسری مرحوم (۸) مولنا عبدالعزیز صاحب امرتسری مرحوم (۹) مولنا رسول شاہ صاحب کشمیری امرتسری مرحوم (۱۰) مولنا پیر سلام الدین صاحب قاسمی امرتسری مرحوم (۱۱) مولنا پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی امرتسری مرحوم (۱۲) مولنا ظہور محی الدین صاحب امرتسری مرحوم (۱۳) مولنا ثناء اللہ صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر (۱۴) مولنا غلام احمد صاحب حقانی مرحوم امرتسری (۱۵) مولنا غلام نادر صاحب امرتسری مرحوم (۱۶) مولنا عبد اللہ صاحب بنگالی مرحوم (۱۷) مولنا پیر عبدالجبار صاحب کشمیری مرحوم (۱۸) مولنا عبدالغنی صاحب ڈار کشمیری مرحوم (۱۹) مولنا دائم اللہ صاحب بدخشانی مرحوم (۲۰) مولنا سید ذکریا صاحب بخاری مرحوم (۲۱) مولنا گل محمد صاحب افغانی مرحوم (۲۲) مولنا حافظ غلام محمد صاحب امرتسری مرحوم (متوفی ۱۹۰۷ء) (۲۳) حکیم فیروز الدین صاحب طغرائی امرتسری مرحوم (متوفی ۱۹۳۱ء)

Marfat.com

جو ایک بلند پایہ صحافی اور شاعر کی حیثیت سے مشہور ہوئے (۲۴) حکیم غلام نبی صاحب مرحوم (مدفون لاہور ۱۹۱۶ء) جو اصل میں موضع او ان تحصیل امرتسر کے باشندہ تھے۔ پھر لاہوری ہو گئے۔ پچاس سے زیادہ طبی کتابوں کے مصنف۔ اور ماہنامہ "حافظ صحت" لاہور کے ایڈیٹر تھے۔ دینی کتابیں آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے پڑھی تھیں۔ (۲۵) مولٰنا خیر شاہ صاحب میر واعظ امرتسر مرحوم۔ (متوفی ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء)

ان حضرات میں سے مولٰنا مفتی پیر غلام مصطفٰے صاحبؒ قاسمی اور ان کے چھوٹے بھائی مولٰنا پیر غلام محی الدین صاحبؒ قاسمی کا تذکرہ مولانا پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی کی اولاد کے سلسلہ میں اور مولٰنا پیر سلام الدینؒ صاحب قاسمی کا ذکر خیر مولٰنا پیر عبد القدوس صاحبؒ قاسمی کی اولاد کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ باقی چند حضرات کے مختصر حالات جو اس وقت مجھے مستحضر ہیں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

مولٰنا عطاء اللہ صاحب فاضل کشمیری

آپ موضع ڈرہامہ واگورہ پرگنہ کروہن تحصیل و ضلع بارہ مولہ کشمیر کے باشندہ تھے۔ آپ کے پردادا قاضی محمد سخی صاحبؒ بعہد حکومت خالصہ سری نگر کے قاضی القضاۃ تھے۔ آپ نے تقریبًا تمام علوم نقلیہ و عقلیہ کی درسی کتابیں حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی سے پڑھیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ ہندوستان چلے گئے تھے وہاں حضرت مولٰنا محمد ہدایت اللہ خاں صاحبؒ جون پوری سے شفاء وغیرہ

Marfat.com

کی تعلیم حاصل کی (جیسا کہ انہوں نے اپنی ایک تصنیف میں اس کا ذکر کیا ہے) آپ نہایت ذہین و فطین عالم تھے۔ ہندوستان میں رہ کر آپ نے "افق المبین" پر حواشی لکھے تھے آپ کی ایک تصنیف "التحقیق الحقق لما فی تحقیق المطلق" راقم الحروف کے پاس امرتسر میں موجود تھی۔ اس کتاب میں آپ نے مولانا فضل حق صاحبؒ پنجابی کے اُن حواشی پر تنقید کی تھی جن میں مولانا فضل حق صاحبؒ خیر آبادی کے حواشی (بر حاشیہ السید الزاہد) کا رد کیا گیا تھا۔ اس کتاب کے ملاحظہ کرنے سے مولانا کشمیری کی علوم عقلیہ میں وسعت و مہارت تامہ کا پتہ چلتا ہے۔ آپ مولانا جون پوریؒ کی خدمت میں رہ کر طلباء کو پڑھایا کرتے تھے۔ مولانا جونپوریؒ نے سید سبحان اللہ خاں صاحب مرحوم رئیس اعظم گورکھپور کی درخواست پر مولانا کشمیری کو گورکھپور بھیج دیا۔ وہاں آپ رئیس موصوف کو پڑھاتے رہے۔ مولانا کشمیری کی شہرت علمی دنیا میں ہونے والی تھی کہ عین عالم شباب میں گورکھپور میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ رئیس موصوف نے اپنے باغ بیرون شہر میں دفن کیا۔ آپ کا سن وفات ۱۳۱۱ھ (ماہ ربیع الثانی) ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم کی شادی سید محی الدین شاہ صاحب مرحوم (دنیا محلہ لدھیانہ) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھیں۔ جو تا حال کوئٹہ (بلوچستان) میں بقید حیات ہیں۔ آپ کے داماد سید محمد صدیق شاہ بی۔اے کوئٹہ میں کسی بڑے فوجی عہدہ پر فائز ہیں۔

مولنا نور بخش صاحب ایم۔ اے توکلی رح

آپ اوائل شباب میں میونسپل بورڈ کالج امرتسر میں مدرس تھے۔ کئی سال وہاں قیام رہا۔ اس دوران میں آپ کالج ٹائم کے بعد حضرت مفتی صاحب رح قاسمی کی خدمت میں حاضر ہوکر منقولات اور معقولات کی کتابیں برابر پڑھتے رہے۔ آپ نے تمام درسی کتابیں حضرت مفتی صاحب رح سے پڑھیں۔ عرصہ کے بعد آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اور آخر وہیں سے ریٹائر ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱۵ھ) کے مریدین میں سے تھے۔ اس لئے توکلی کہلائے۔ انجمن نعمانیہ لاہور کے ناظم تعلیمات اور انجمن مذکور کے ماہنامہ کے مدیر بھی تھے۔ بہت سی تصانیف کے مصنف بھی تھے جن میں سے چند تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ رح (۲) تحفہ شیعہ (ضخیم کتاب) (۳) تذکرہ مشائخ نقشبندیہ رح (ضخیم) (۴) شرح قصیدہ بردہ شریف (۵) سیرۃ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم (ضخیم) (۶) اعجاز القرآن (۷) ترجمہ "تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام (مع حواشی) تحقیق المرام حضرت مفتی صاحب رح قاسمی کی تصنیف ہے) (۸) ترجمۂ اردو الرسالۃ الجلیلہ (اصل کتاب حضرت مفتی غلام مصطفٰے صاحب رح قاسمی کی تصنیف ہے)

مولنا توکلی رح نہایت باخلاق متواضع اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ آپ کا وطن موضع چک قاضیاں (جس کو چک سرون ناتھ بھی کہتے تھے) ضلع

لدھیانہ تھا۔ تقسیم ہند کے بعد اپنے برادر نسبتی چودھری محمد سلیمان صاحب ایڈووکیٹ لائل پور کے مکان میں فوت ہو کر لائل پور میں مدفون ہوئے۔ آپ علی گڑھ کالج سے ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد امرتسر آئے تھے۔ تاریخ وفات ۲۴ر مارچ ۱۹۴۸ء ہے۔

مولانا مفتی عبد الصمد خاں صاحبؒ امرتسری

آپ حضرت مفتی صاحب قاسمی کے اولین شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے اکثر درسی کتابیں حضرت مولانا قاسمیؒ سے پڑھیں۔ اور کچھ کتابیں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ پٹا دری ثم امرتسری سے (جن کا ذکر خیر حضرت قاسمیؒ کے اساتذہ میں ہو چکا ہے) آپ کو علم فقہ و علم قرأت اور علم طب میں اچھی مہارت تھی۔ علاوہ فتویٰ نویسی اور درس و تدریس کے مطب بھی کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے ایک اختلافی مسئلہ میں مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر کے ساتھ مناظرہ بھی کیا تھا۔

آپ نے چند رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے۔ جن میں سے ایک رسالہ کا نام "صَولۃُ الضَّیغَام عَلیٰ اَعدَاءِ الامام الھمام رضؓ" تھا۔ ۱۳۳۶ھ میں امرتسر میں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔

مولانا عبد العزیز، مولانا غلام احمد حکاک اور مولانا رسول شاہ امرتسری

یہ تینوں بزرگ حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کے شاگرد اور بیٹوں کی طرح عزیز

Marfat.com

تھے۔ ان تینوں حضرات کو بھی حضرتؒ سے اس قدر محبت تھی جیسے اولاد کو ماں باپ کے ساتھ ہوتی ہے۔

مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کے متعلق "تاریخ کبیر کشمیر" صفحہ ۲۸۸ میں لکھا ہے:۔

" اصلش از کشمیر موضع آرگام بود حسب مفہوم آب و دانہ پدرش بطرف امرتسر رفتہ در آنجا متاہل شد۔ مولوی موصوف در شہر مذکور متولد شدہ اکتساب علوم از مفتی ابو زبیر غلام رسول صاحبؒ تا تمی امرتسری نمودہ بعد ازاں او را ہوس سیاحت اطراف ہند، سنان دامنگیر شد۔ و آداب طریقت از حضرت شمس الدینؒ چشتی و حاجی الٰہی بخشؒ صاحب آموخت و صاحب فلاح و صلاح گردید۔ بتاریخ ہفتدہم ماہ رمضان سنہ ہزار و سہ صد و بیست و یک (۱۳۲۱ھ) پیک اجلش رسید و از دنیا بعقبیٰ پرید در شہر امرتسر در قبرستان " لولاکا" در حظیرۂ اقارب مفتی صاحب موصوفؒ مدفون گردید"۔

مولانا رسول شاہ صاحب مرحوم کے متعلق "تاریخ کبیر کشمیر" میں لکھا ہے:۔

"کتب صرف و نحو و فقہ وغیرہ از مفتی غلام رسولؒ شہید امرتسری خواندہ و مدتے بتجارت مشغول بود چوں بازار تجارتش شکستہ گردید در شہر امرتسر امامت مسجد کلاں محلہ

Marfat.com

حکیماں اختیار کرد۔ مرد صالح و خوش خلق و ذہین الطبع بود چند رسائل نظم فارسی و کشمیری و قصائد و غزلیات یادگار او ست۔ اول ماہ صفر یوم چہار شنبہ سنہ ہزار و سہ صد و بست و دو (۱۳۲۲ھ) فوت شدہ و در شہر امرتسر در خطیرہ مفتی موصوف در مقبرہ "بلاکا" مدفون است" (صفحہ ۳۵۲)

مولانا عبدالعزیز صاحب موصوف عہ تلعہ بھنگیاں امرتسر میں سکونت رکھتے تھے۔ مولانا غلام احمد صاحب حکاک مرحوم نے تحصیل علوم کے بعد تجارت کا شغل اختیار کر لیا تھا۔

مولانا حکیم ڈاکٹر غلام رسول امرتسری

آپ نے صرف و نحو و منطق اور فقہ و تفسیر و غیرہ علوم و فنون کی تمام کتابیں حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی سے پڑھی تھیں۔ آپ حضرت مفتی صاحب کے مخلص اور جان نثار شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کے مرض وفات کے ایام

عہ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم کے شاگردوں میں سے مولانا غلام احمد صاحب اخگر مرحوم (تلعہ بھنگیاں امرتسر متوفی ۱۹۳۷ء) مشہور صحافی اور شاعر گزرے ہیں مذاہب باطلہ مرزائیت وغیرہ کے مقابلہ میں شمشیر برہنہ تھے۔ اخبار "اہل فقہ" امرتسر کے مدیر تھے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے لاہور کے مختلف دفاتر میں ملازم ہیں۔ منجھلے صاحبزادے منظور الحسن صاحب سٹی سیکرٹریٹ لاہور میں سیکشنل آفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

Marfat.com

میں آپ نے ان کی انتہائی خدمات سرانجام دی تھیں۔

آپ نے یونانی طب کی کتابیں دہلی کے آخری تاجدار شاہ بہادر شاہ ظفر مرحوم کے طبیب خاص حکیم احسن اللہ خاں مرحوم (متوفی ۱۸۷۳ء) سے اور ایلوپیتھک کی کتابیں ڈاکٹر خیرالدین مرحوم سے (جو اس زمانہ میں امرتسر کے ہیلتھ آفیسر تھے) پڑھیں۔ ہومیوپیتھک کی کتابوں کا مطالعہ آپ نے خود فرمایا تھا۔ غرض آپ جامع الکمالات طبیب تھے۔ پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب تبسم ایم۔اے امرتسری (حال مقیم لاہور) نے اپنی کتاب "طلبات طغرائی" کے صفحہ ۴ میں لکھا تھا:۔

"علامہ حکیم غلام رسول علوم دینیہ کے زبردست عالم ہونے کے علاوہ فن طب میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں"

حکیم صاحب موصوف نے چند رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے۔

(۱) رسالہ لحمیہ مع ضمیمہ (مسئلہ گوشت خوری پر آریہ صاحبوں کا رد)
(۲) تحفۂ صادقیہ (علمی) (۳) خرقۃ الفقراء (تصوف)
(۴) اطاعۃ الرسولؐ (ردِ فتنۂ انکارِ حدیث)

آپ نے ایک سو پندرہ برس کی لمبی عمر پاکر ماہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ اپریل ۱۹۳۸ء میں انتقال فرمایا (غفر اللہ لہ)

حکیم صاحب کے متعلق یہ معلومات حکیم صاحبؒ کے نواسوں حکیم محمد شریف صاحب شاہدعلیہ ایم۔اے (راولپنڈی) اور حکیم شبیر احمد صاحب امرتسری

عہ آپ صاحب بتاریخ ۹ ستمبر ۱۹۶۲ء اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(لاہور) سے حاصل ہوتے ہیں۔ آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔

نکاح و اولاد حضرت مفتی صاحبؒ کی روحانی اولاد کے ذکر کے بعد آپ کی صلبی اولاد کا مختصر تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوا۔ آپ نے یکے بعد دیگرے تین نکاح کئے تھے۔ پہلی بیوی صاحبہ سے ایک صاحبزادہ تولد ہوا تھا جو بچپن میں انتقال کر گیا تھا۔ دوسری بیوی صاحبہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تیسری بیوی[۵] صاحبہ سے دو صاحبزادے (پیرزادہ محمد زبیر صاحب قاسمی و پیرزادہ محمد ہادی صاحب قاسمی) اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ دونوں صاحبزادے بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ اول الذکر کراچی میں اور ثانی الذکر سیالکوٹ میں مقیم ہیں۔ دونوں صاحبزادے ماشاء اللہ کثیر اولاد ذکور و اناث کے باپ ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کی صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی موجود ہیں۔ جن کے شوہر سید محمد مقیم صاحب بخاری ریٹائرڈ پولیس انسپکٹر بنگال (حال مقیم لاہور) ہیں۔ بڑے داماد "خان بہادر" سید میر غیاث الدین صاحب سابق اتاشی وائسرائے ہند بھی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۴) کو رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (محمد بہاء الحق)

[۵] آپ سید میر عبدالمجید شاہ صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ سید صاحب مرحوم کے مریدین کا حلقہ بمبئی، کلکتہ اور برما تک وسیع تھا۔ ان کے ایک صاحبزادہ حکیم سید مصطفیٰ شاہ مرحوم ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مطب کرتے تھے۔ اور سنہ ۱۹۰۳ء میں وہیں فوت ہو گئے تھے۔ حکیم صاحب کے ایک صاحبزادہ سید سعید شاہ صاحب سری نگر میں اس وقت زندہ موجود ہیں۔

زندہ ہیں۔ الحمد للہ بفضلہ تعالے سب فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں

حضرت پیر صدیق اللہ قاسمیؒ کی اولاد

مولانا پیر احمد اللہ قاسمیؒ و پیر عبد الرحمن قاسمیؒ

حضرت پیر صدیق اللہ صاحبؒ قاسمی کے دو صاحبزادے تھے (۱) مولانا پیر احمد اللہ صاحبؒ قاسمی (۲) پیر عبد الرحمن صاحبؒ قاسمی۔ مولانا پیر احمد اللہ صاحب قاسمی نہایت ذہین عالم تھے آپ نے حضرت علامہ مولانا سید سعید الدین صاحب اندرابی کشمیری رحمہ اللہ اور

؎ علامہ اندرابیؒ نے اپنے والد ماجد حضرت میر سید جمال الدینؒ اندرابی (متوفی ۱۲۔۔ھ) اور حضرت شیخ اکبر بادیؒ تازہ بلی کشمیری (متوفی ۱۲۳۳ھ) سے بعض علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں کئی سال تک اقامت پذیر رہے اور اس عرصہ میں آپ نے مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ محدث دہلوی (متوفی ۱۲۶۲ھ) سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی۔ منطق اور فلسفہ کی کتابیں مولانا مفتی صدر الصدور کشمیریؒ ثم الدہلوی (متوفی ۱۲۸۵ھ) سے اور علم ہیئت و ہندسہ کی کتابیں مولانا مملوک علی صاحبؒ نانوتوی ثم الدہلوی (متوفی ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۱ء) سے پڑھیں۔ اور مولانا محمد شریف صاحبؒ سے آداب سلوک بطریق نقشبندیہ مجددیہ سیکھے۔ تکمیل کے بعد کشمیر آکر مسند درس و ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اور مخلوق خدا کو اپنے فیض سے مستفیض فرماتے رہے اور ۱۲۸۲ھ میں واصل بحق ہو کر کشمیر ہی میں مدفون ہوئے۔ (تاریخ کبیر کشمیر صفحہ (۸) علامہ سید سعید الدین اندرابیؒ کے برادر اکبر (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

حضرت مولٰنا قطب الدین صاحب امرتسری رحمہ اللہ اور دیگر علماء حقانی سے تعلیم حاصل کی تھی۔

مولف "تاریخ کبیر کشمیر" نے مولٰنا احمد اللہ صاحبؒ اور منشی پیر عبد الرحمٰن صاحب مرحوم کا بھی مختصر تعارف کرایا ہے۔ چنانچہ وہ صفحہ ۳۱۰ میں لکھتے ہیں :-

"مولوی احمد اللہؒ قاسمی خلف پیر صدیق اللہؒ قاسمی کہ ذکرش در تحفۂ مشائخ رفت شاگرد مولوی حمایت اللہؒ کشتواڑی و مولوی قطب الدینؒ سیالکوٹی (ثم امرتسری) و مولوی احسن اللہ لاہوری بود۔ بعد آں در کشمیر آمدہ از خدمت سید سعیدؒ صاحب اندرابی تکمیل علم فرمود۔ بعد شش ماہ باز بہ امرتسر رفتہ بر جادۂ تدریس مستقر گردید و بر دست حاجی الٰہی بخشؒ صاحب در طریقۂ نقشبندیہ بیعت نمود و چند قصائد در نعت گفتہ است۔ در سنہ ہزار و سہ صد و چہار

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶) سید جلال الدینؒ اندرابی کے پڑپوتے مولٰنا حافظ سید میرک شاہ صاحب اندرابی آج کل لاہور میں مقیم ہیں آپ کو حدیث کی سند حسب ذیل بزرگوں سے حاصل ہے۔

(۱) حضرت شیخ حسن تقیؒ محلہ خانیار سرینگر (۲) مولٰنا خلیل احمد صاحبؒ انبھٹوی شارح ابوداؤد (۳) مولٰنا محمد صدیق صاحبؒ تلمیذ حضرت مولٰنا احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوری (۴) حضرت علامہ مولٰنا محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ مولٰنا میرک شاہ صاحب موصوف دار العلوم دیوبند، مدرسہ دار الرشاد پیر جھنڈو (سندھ)، تبلیغ کالج کرنال، مدرسہ امدادیہ مراد آباد، دار العلوم مئو ضلع اعظم گڑھ، اور اورنٹیل کالج لاہور میں بحیثیت مدرس علمی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اوقاف بورڈ کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔

Marfat.com

(۱۳۰۴ھ) ازیں دنیا رحلت کرد درامرتسر در مقبرہ "بلاسا" در خطیرۂ اسلاف مدفون شد۔ و برادرش منشی عبدالرحمٰن صاحب انشاءاللہ العزیز نیز دراں مقبرہ مدفون است۔"

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری نے بھی مولانا کا ذکر خیر "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اوّل اور کتاب "ملک العلماء علامہ عبدالحکیم" کے صفحہ ۴۲ میں کیا ہے۔

مولانا موصوفؒ کی ہمشیرہ محترمہ مولانا پیر عبدالعزیز صاحب قاسمی کے نکاح میں تھیں۔ گویا آپ راقم الحروف (محمد بہاء الحق) کے والد ماجد مولانا مفتی پیر غلام مصطفٰےؒ صاحب قاسمی کے ماموں بھی تھے اور آپ کے والد محترم کے چچازاد بھائی بھی۔

ان دونوں بھائیوں (مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم و منشی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم) کی کوئی اولاد موجود نہیں۔ اور اس طرح خاندان قاسمی کی یہ ایک شاخ انہیں دو بھائیوں پر ختم ہو گئی۔

مولانا پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی کے صاحبزادے

اب میں مولانا پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی کے لائق فرزندوں کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ کے دو صاحب زادے تھے۔

(۱) مولٰنا مفتی پیر غلام مصطفٰے صاحب قاسمی رحمہ اللہ
(۲) مولٰنا الحاج پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی رحمہ اللہ
مولٰنا مفتی غلام مصطفٰے صاحب رحمہ اللہ کا جو تذکرہ حکیم محمد موسٰے صاحب سلمہ اللہ نے ماہنامہ "تبلیغ الاسلام" راولپنڈی مجریہ ماہ جولائی ۱۹۶۱ء میں شائع کرایا تھا۔ اس کو مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آپ کے اور آپ کے تلامذہ کے تذکرہ کے بعد آپ کے برادرِ خورد مولٰنا پیر غلام محی الدین رحمہ اللہ کا مختصر ذکر کیا جائے گا۔ وبیدہ التوفیق۔

☆

Marfat.com

حضرت مولانا پیر غلام مصطفٰے صاحب قاسمی

ابتدائی حالات حضرت مفتی غلام مصطفٰے قاسمیؒ نے ابتدائی رسائل اپنے بزرگ ماموں مولانا پیر احمد اللہ صاحبؒ قاسمی (متوفی ۱۳۰۴ھ) سے پڑھے۔ جو حضرت علامہ سید میر سعید صاحب اندرابی کاشمیریؒ (متوفی ۱۲۸۲ھ) کے شاگرد تھے۔ اور علامہ اندرابی حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ (متوفی ۱۲۶۲ھ) کے فاضل تلامذہ میں سے تھے۔

ابتدائی رسائل پڑھنے کے بعد آپ نے باقی تمام منقولات ومعقولات اور علوم وفنون کی کتابیں اپنے بزرگ چچا علامہ غلام رسولؒ قاسمی سے پڑھیں۔ ان کے سوا کسی اور استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ تکمیل وتحصیل علوم کے بعد آپ نے اپنے بزرگ چچا کی سرپرستی میں درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور تحریر وتسوید کا سلسلہ شروع کردیا۔ اور اپنی علمی وعملی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے استاد کے جانشین قرار پائے۔ اور آخر دم تک جانشینی کے فرائض بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔

صورت وسیرت آپ میانہ قد، گھنی اور خوبصورت داڑھی رکھتے تھے۔ رنگ گورا تھا۔ آنکھیں او

ناک نہایت دلکش۔

مولٰنا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم (متوفی ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء) فرمایا کرتے تھے:۔

"میں جن دنوں حضرت مفتی غلام مصطفٰے صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے سبق پڑھا کرتا تھا۔ تو میں کتاب سے زیادہ مفتی صاحب کی آنکھوں کا زیادہ مطالعہ کیا کرتا تھا۔ جن میں غضب کی نورانیت اور کشش تھی۔"

بڑھاپے میں بھی آپ بے حد خوبصورت تھے۔ اس حسنِ صورت کے ساتھ اللہ تعالٰے نے آپ کو حسنِ سیرت سے بھی نوازا تھا۔ اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ مروّت اور مہربانی کا معاملہ فرماتے۔ مسجد سے مکان اور مکان سے مسجد تک آنے جانے میں غضِ بصر کے حکم کی پابندی کرتے۔ آپ کو دائیں بائیں تاکنے جھانکنے کی عادت نہیں تھی۔

آپ کی محبوبیت

آپ کی ان نیک خصائل کے باعث امرتسر کے لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اہلِ محلہ کا یہ اعتقاد تھا کہ "ہمارے بچے بیمار ہوتے ہیں تو آپ کی دعا اور دم کی برکت سے تندرست ہو جاتے ہیں۔"

لوگ آپ کو صرف عالم کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ ایک درویش صفت بزرگ کی حیثیت سے جانتے تھے۔ راقم الحروف نے آپ کے اہلِ محلہ سے

Marfat.com

جب بھی آپ کا ذکر کیا۔ تو اُن کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور تقریباً سب نے یہی کہا کہ وہ ولی اللہ تھے۔

قناعت اور استغناء آپ امرتسر کے ایک کم رونق محلّے (بازار کمہاراں) میں شہر کے مرکزی حصّے سے دور ہمیشہ گوشہ نشین رہے۔ مولٰنا پیر سلام الدین صاحبؒ قاسمی (متوفی ۱۹۵۰ء) کے تقرر سے پہلے جامع مسجد خان بہادر میاں محمد جان مرحوم واقع ہال بازار متصل کڑہ قوالی امرتسر کی خطابت کے لئے آپ سے درخواست کی گئی۔ تو آپ نے انکار کر دیا۔ حضرت مولٰنا مولوی الحاج نور احمد رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد شیخ بڈھا و خطیب عیدگاہ امرتسر و بانی مدرسہ نعمانیہ امرتسر (متوفی ۱۳۴۸ھ) کے انتقال کے بعد خان بہادر خواجہ غلام صادق مرحوم رئیس اعظم و متولی عیدگاہ اور خواجہ غلام محی الدین صاحب ایڈوکیٹ ؎ مرحوم اور جناب مولوی

؎ خواجہ صاحب مرحوم امرتسر کے بلند مرتبہ وکیل تھے۔ خصوصًا دیوانی مقدمات میں کامیاب ترین وکیل مانے جاتے تھے۔ آپ حنفیہ کی مشہور و مدلل کتاب "ھدایہ" سبقًا سبقًا پڑھنے کے لئے اپنے مکان واقع کٹڑہ گھنیاں سے اپنی گاڑی پر سوار ہو کر محلہ کمہاراں میں حضرت مفتی غلام مصطفٰے قاسمیؒ مرحوم کی خدمت میں پہنچا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح، طلاق، وصیت، وراثت وغیرہ کے مقدمات میں آپ مرجع انام تھے۔ آپ ایم اے او کالج (امرتسر) کمیٹی کے چیئرمین اور انجمن نصرۃ الحق حنفیہ کے جنرل سکرٹری تھے۔ تقسیم ہند کے بعد جہلم میں مقیم ہو گئے تھے وہیں وفات پائی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے آمین۔

Marfat.com

سراج الدین احمد پال ایڈوکیٹ حال مقیم لاہور ایک وفد کی شکل میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ عید گاہ کی خطابت کے فرائض اپنے ذمہ لیں۔ تو آپ نے عذر کردیا۔ اور فرمایا کہ آپ مولوی محمد حسن صاحب کو منصب خطابت کے لئے مقرر کریں۔ چنانچہ مولانا موصوف (متوفی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) کا تقرر عمل میں آگیا۔

غرض استغناء، قناعت، گوشہ نشینی اور سادگی آپ کی سیرۃ کے خاص اجزاء ہیں۔ غربا کے ساتھ بہت مانوس تھے۔ طمطراق اور ٹھاٹھ سے سخت متنفر تھے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا بہاء الحق قاسمی مدظلہ العالی ایک اچھا سکونتی مکان بنوانے لگے۔ تو انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی صاحبؒ سے درخواست کی کہ آپ اپنے دست مبارک سے بنیاد رکھیں۔ تو فرمایا:۔

"بنیاد وہ رکھے جس نے ابھی کچھ مدت اور اس دنیا میں رہنا ہے۔ میں تو چراغ سحری ہوں۔"

اس کے بعد فرمایا کہ ——— "مولوی محمد حسن صاحب کو اس کام کے لئے بلوالو۔"

چنانچہ یہی ہوا کہ مکان کی بنیاد تو حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے رکھوائی گئی اور خود چند ہی دنوں کے بعد داصل بحق ہو گئے۔

درس و تدریس آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ پڑھنے پڑھانے میں بسر

Marfat.com

ہوا. تحصیل و تکمیل کے بعد انفرادی اور شخصی طور پر طلبا کو لوجہ اللہ (بغیر کسی معاوضے) کے پڑھاتے رہے۔ مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ کا اہتمام بھی سالہا سال تک بلا معاوضہ فرمایا۔ پوری جوانی اور بڑھاپے کا غالب حصہ اسی مخلصانہ حسنِ عمل میں گذارا۔ لیکن جب عیال زیادہ وسیع ہو گیا اور ضروریاتِ زندگی بڑھ گئیں۔ تو مولنا پیر سلام الدین صاحب قاسمی سابق خطیب جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم مہتمم مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ (عم زاد حضرت مفتی صاحبؒ) اور خواجہ غلام محی الدین ایڈووکیٹ جنرل سکریٹری انجمن نصرۃ الحق اور دیگر ممبران انجمن کے اصرار پر آپ نے اہتمام سے مستعفی ہو کر صدر مدرس مدرسہ مذکور کی حیثیت سے کام کرنا اور مشاہرہ لینا بھی منظور فرمالیا۔ کافی عرصے تک تو آپ مدرسہ واقع مسجد میاں محمد جان مرحوم حال بازار میں تشریف لے جا کر طلباء کو پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد آپ کی عمر کے تقاضے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے مدرسہ میں آنے کی بجائے طلباء کو کہہ دیا گیا کہ وہ خود حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس جا کر پڑھا کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا طبی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ طب کی مشہور درسی کتاب "نفیسی" پڑھانے میں آپ کو خاص ملکہ تھا۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ کی بصارت کمزور ہو گئی تو صدر مدرسی سے بھی مستعفی ہو گئے۔ آنکھ کا آپریشن کرانے کے بعد بھی مطالعہ کا شغل جاری رہا۔ اور جب نقاہت بڑھ گئی تو آپ نے سوائے ذکر اللہ کے سب مشاغل ترک فرما دیئے تھے۔

فتویٰ نویسی درس وتدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی آپ کا ایک مستقل شغل تھا۔ اس سلسلے میں آپ مرجع انام تھے۔ ملک کے تقریباً ہر حصے سے آپ کی خدمت میں استفتاآتے جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے۔ اگر آپ کے فتاویٰ کو جمع کیا جاتا تو ایک ضخیم دفتر تیار ہوتا۔ فتاویٰ کا کچھ حصہ آپ کے صاحبزادہ مولٰنا بہاءالحق قاسمی کے پاس امرتسر میں موجود تھا۔ جس کو "فتاویٰ قاسمیہ" کے نام سے وہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں جہاں ان کا وسیع کتب خانہ برباد ہوا۔ وہاں فتاویٰ مذکور بھی تلف ہو گئے۔

تصنیفات درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کے علاوہ آپ تالیف وتصنیف کے ذریعے بھی خدمت دین فرماتے رہے۔ چنانچہ آپ نے بہت سے رسائل تصنیف فرمائے جو سب کے سب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ان میں سے جن چند رسائل کے نام راقم الحروف کو معلوم ہو سکے وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) "الرسالۃ الجلیلہ فی اثبات الوسیلہ" یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس کا اردو ترجمہ مولٰنا نور بخش صاحب توکلی مرحوم ایم اے سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے کیا تھا (توسل بالانبیاءؑ والاولیاءؒ کے اثبات میں)

(۲) "تکمیل الابصار بمولد سید الابرارؐ" (اردو)

(۳) "زبدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ" (اردو) ان تینوں رسائل

کا موضوع ان کے ناموں سے ظاہر ہے۔

(۴) "سرور المحزون" اس اردو رسالہ میں اُن اعتراضات کے جوابات دیئے گئے تھے جو بنارس کے ایک مولوی صاحب نے فقہ حنفی اور سیدنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر کئے تھے۔

(۵) "تحفۂ آسمانی" مسئلہ تقدیر کے موضوع پر تھا۔

(۶) "مجمع النہرین" اس عربی رسالہ کے دو موضوع تھے۔ پہلے حصہ میں حدوثِ عالم کو عقلی دلائل سے ثابت فرمایا تھا اور دوسرے حصہ میں علم غیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کرتے ہوئے بتایا تھا کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوقات سے زیادہ مغیبات کا علم عطا فرمایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق اور علم محیط اللہ تعالےٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ رسالہ آپ نے سید سبحان اللہ خاں مرحوم رئیس اعظم گورکھپور (انڈیا) کے مکان پر تحریر فرمایا تھا جب کہ آپ رئیس موصوف کی دعوت پر ان کے ہاں چند دنوں کے لئے

عہ سید سبحان اللہ خاں رئیس مرحوم نے حضرت مفتی صاحبؒ کو آخری دعوت اپنے صاحبزادہ کی شادی کی تقریب پر دی تھی جس میں اور بھی بہت سے علماء و مشاہیر مدعو تھے۔ مثلاً مولنا عبدالماجد بدایونی (متوفی ۱۳۵۰ھ) مولوی عبدالحلیم شرر مرحوم (متوفی ۱۹۲۶ء) وغیرہ تھا۔ اس سفر میں آپ نے لکھنؤ کے بزرگ علمائے فرنگی محل اور حضرت مولنا عین القضاۃ حیدرآبادی ثم لکھنوی رح (متوفی ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء) سے ملاقات فرمائی تھی۔ چنانچہ ان بزرگوں نے مفتی صاحب رح کی بڑی آؤ بھگت کی تھی اور اپنی تصانیف ہدیۃً پیش کیں۔

Marfat.com

بطور مہمان رونق افروز تھے۔ رئیس موصوف فاضل اجل مولنا عطاء اللہ کاشمیری مرحوم (متوفی ۱۳۳۱ھ) تلمیذ حضرت علامہ غلام رسول قاسمی کے شاگرد تھے۔ اس تعلق پر رئیس موصوف کبھی کبھی حضرت مفتی صاحبؒ کو گورکھپور آنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اور خود بھی ایک دو مرتبہ مفتی صاحبؒ کے ہاں امرتسر تشریف لائے تھے۔

(۷) "احسن التقریر فی مسئلۃ التکفیر" یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ضروریات دین کا انکار اور قطعیات میں تاویل کفر ہے اور اس کے ساتھ لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق واضح کرتے ہوئے ثابت فرمایا تھا کہ دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث کی بعض تعبیرات کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ان میں سے کسی گروہ کی تکفیر جائز نہیں۔ البتہ جن فرقوں نے ضروریات دین کا انکار و استخفاف کیا ہے۔ وہ تاویل و تلبیس کا لبادہ اوڑھنے کے باوجود بھی حکم تکفیر بمعنی خروج عن الاسلام سے نہیں بچ سکتے مثلاً مدعیان نبوت اور ان کے پیرو۔

(۸) "مسئلہ طلقاتِ ثلثہ" (اردو) اس رسالے کا موضوع اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا تھا کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی حتیٰ کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بلکہ جمہور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہی ہے کہ ایک دفعہ تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں اور یہی مذہب حق ہے وماذا بعد الحق إلا الضلال

(۹) "پوتے کی وراثت" (اُردو) اس رسالے کے دو نمبر الگ الگ شائع

Marfat.com

ہوئے تھے۔ جن میں پوتے کی وراثت کے متعلق اُمت کے متفق علیہ موقف کے حق میں دلائل دیئے گئے تھے اور ملحدین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا تھا۔

(۱۰) "ترجمہ الالہام الصحیح" یعنی حضرت مولٰنا مفتی غلام رسول صاحب قاسمی کی مایہ ناز تصنیف "الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح" کا اُردو ترجمہ جو اصل کتاب کے ساتھ ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوا تھا۔

(۱۱) "جرح و تعدیل" اس اردو رسالے میں بتایا گیا تھا کہ "بعض الناس" نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر جو جرح کی ہے وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

(۱۲) "معجزہ و نیچر" اس رسالہ میں سر سید احمد خان کے خیالات متعلقہ معجزات پر آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں تنقید کی گئی تھی۔

ان تصنیفات کے علاوہ آپ کے مضامین بعض مذہبی جرائد میں بھی شائع ہوتے تھے۔ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں آپ کے مضامین اور فتاویٰ بھی شائع ہوتے رہے ہیں جو راقم الحروف کی نظر سے گذر چکے ہیں۔

رسالہ "انوارِ محمدی" کی ادارت

اٹھارویں صدی عیسوی کے آخری چند سالوں میں (سالِ اجراء کا صحیح علم نہیں ہو سکا) "مجلسِ انوارِ محمدیہ" امرتسر کے زیرِ اہتمام "انوارِ محمدی" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری تھا۔ جس کی ترتیب و ادارت کا کام حضرت مفتی صاحبؒ کے سپرد تھا۔ آپ اس ماہنامہ میں عیسائی مشنریوں، آریہ سماجی پرچارکوں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور

نیچریوں کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔

مسلک و مشرب آپ مذہبًا حنفی اور مشربًا نقشبندی مجددی تھے۔ اجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو ضروری جانتے تھے۔ دیوبندی، بریلوی مخاصمت سے حتی الوسع اجتناب فرماتے۔ دونوں میں سے کسی کی تکفیر کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی جماعت دوسری جماعت کی تکفیر کرتی تو بلاخوف لومۃ لائم کھلے الفاظ میں اس سے برأت کا اظہار فرماتے۔ اہل حدیث حضرات سے اختلاف تو تھا۔ لیکن ان کی تکفیر بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری کے خلاف خود بعض اہل حدیث علماء نے تکفیر کا فتویٰ دیا۔ اور ان میں سے بعض حضرات سفی صاحب؟ کی خدمت میں اس فتوے پر دستخط کرانے کے لئے آئے۔ تو آپ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ ہاں اگر اسلام کے قطعی عقائد کے خلاف کسی گوشہ سے کوئی آواز بلند ہوتی تو آپ بیتاب ہو جاتے۔ خود بھی فتنہ کے انسداد کی کوشش فرماتے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث علماء سے اشتراک عمل کرتے ——— ہر طبقہ کے علماء و مشائخ سے گہرے مراسم رکھتے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا عبد الحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی اور حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی لکھنوی رحمہم اللہ جب کبھی امرتسر تشریف لاتے۔ تو آپ خود بھی ان سے ملتے اور وہ حضرات

Marfat.com

بھی آپ سے ملاقات کے لئے آتے۔ پنجاب کے بعض مشہور مشائخ سے بھی ملاقات تھی۔ غرض مسلک متصلب ہونے کے باوجود طبع مبارک میں فراخ دلی اور رواداری کا جوہر بدرجہ اتم موجود تھا۔

بیعت آپ کی بیعت حضرت خواجہ دین محمد صاحب عرف حضرت ملا صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف ضلع کیمبل پور (متوفی ۱۳۲۵ھ) فرزند ارجمند و خلیفہ ارشد حضرت خواجہ نور محمد صاحب عرف حضرت باباجی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۹۶ھ) سے تھی۔ چاروں سلسلوں کی اجازت اور سند خلافت آپ کو مرشد کامل کی طرف سے حاصل تھی۔

رحلت آپ کا سن پیدائش تو معلوم نہیں۔ تخمیناً آپ کی عمر اسی برس کے لگ بھگ ہوگی۔ جب آپ کو نمونیہ کا عارضہ لاحق ہوا خان بہادر ڈاکٹر میر ہدایت اللہ مرحوم آپ کا علاج کرتے رہے مگر افاقہ نہ ہوا آخر چند روز بیمار رہ کر بتاریخ یکم محرم ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرما گئے۔ اور جمعرات کے دن مسجد جامع حنفیہ محلہ کمہاران کے احاطہ میں دفن کئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اس مسجد کو اب گوردوارہ بنا دیا گیا ہے۔ مگر حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر ابھی تک محفوظ ہے۔ اور سکھ آپ کی قبر پر پھول بھی چڑھاتے ہیں مفتی صاحبؒ کے انتقال کی خبر اخبارات نے اہتمام سے شائع کی

Marfat.com

امرتسر میونسپلٹی کے تمام دفاتر، مسلم سکولوں اور ایم اے او کالج میں تعطیل کر دی گئی۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جنازے میں شرکت کر سکیں۔ امرتسر کے تمام مسلم طبقوں کے علماء و رؤساء کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی جنازہ میں شرکت کی۔ تقریباً بیس ہزار آدمی جنازہ میں شریک تھے۔ پنجاب اور کشمیر کے بعض شعراء نے مرثیے لکھے۔ ان میں سے عربی زبان کے ادیب شہیر حضرت مولانا محمد عالم آسیؒ (متوفی ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء) کا عربی مرثیہ اخبار "مساوات" امرتسر میں شائع ہوا تھا۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳ صفر ۱۳۵۲ھ) حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کے چند روز بعد تعزیت کے لئے دیوبند سے امرتسر تشریف لائے۔ اور اپنے دست مبارک سے مجمع عام میں آپ کے خلف الرشید مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی کی دستار بندی فرمائی۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ سفر غالباً آخری سفر تھا۔

راقم آثم (حکیم محمد موسیٰ) کو مضمون لکھتے وقت ذیل کے تاریخی مادے سوجھے ہیں:۔

"مات فاضل" ــــ "از دہر شدہ مفتی نامدار" ــــ "د الاقدر شد مستور"

۱۳۵۲ھ ــــ ۱۳۵۲ھ ــــ ۱۳۵۲ھ

حضرت مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی کے تلامذہ

حضرت مفتی صاحبؒ اردو، پنجابی اور کشمیری تینوں زبانوں میں یکساں

روانی، شگفتگی اور بے تکلفی کے ساتھ درس دیتے تھے۔ اس لئے آپ کے حلقہ تلامذہ میں پنجابی، ہندوستانی، کشمیری، بنگالی، مدراسی اور پٹھان طلبا شریک ہوتے تھے۔ وادیٔ کشمیر کے طلباء کے لئے آپ کی درس گاہ نعمت غیر مترقبہ تھی۔ اس لئے کہ ہندوستان بھر کے کسی بھی علاقہ میں کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جس میں کشمیریوں کو اُن کی مادری زبان میں تعلیم دی جاتی ہو۔ صرف امرتسر میں حضرت مفتی صاحبؒ کی تنہا ذات بابرکات ایسی تھی جن سے کشمیری طلباء کو اکتساب و استفادہ میں شرح صدر اور اطمینان نصیب ہوتا تھا۔۔۔۔ راقم الحروف کو آپ کے تمام تلامذہ اور مستفیدین کے نہ تو نام معلوم ہیں نہ ان کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔ جو نام معلوم ہوسکے ان میں سے چند حضرات کا مختصر تذکرہ بغیر کسی ترتیب مراتب و تخصیص کے درج ذیل ہے:۔

مولانا مفتی عبدالکبیر صاحب کشمیری مدظلہ

آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے درس میں کئی سال شریک رہے۔ مدرسہ نصرۃ الحق کے صدر مدرس اور مفتی مقرر ہوئے۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء تک امرتسر میں اپنے فرائض کو سرانجام دیتے رہے۔ فسادات کے دوران میں آپ کشمیر چلے گئے۔ کشمیری لیڈر شیخ محمد عبداللہ نے آپ کو جامعہ مدینۃ العلوم حضرت بل سری نگر کا پرنسپل مقرر کردیا اور اب تک اسی عہدہ پر فائز ہیں۔ متداول اور درسی کتابوں پر آپ کو بہت عبور ہے۔ مطالعہ کتب سے بڑا شغف ہے۔ آپ نے بھی حدیث کا دورہ

Marfat.com

حضرت شاہ صاحب موصوفؒ سے پڑھا۔ آپ کی پیدائش ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں ہوئی تھی۔ آپ چند کتابوں کے مصنف بھی ہیں جو اُردو میں لکھی گئی ہیں۔ درس و تدریس آپ کا عمومی شغل ہے۔ طلباء کو بہت محنت اور شفقت سے پڑھاتے ہیں۔ (دام مجدہٗ)

مولٰنا مفتی سید عنایت اللہ شاہ مرحوم

آپ علاقہ کریر (کشمیر) کے مشہور مفتی تھے اور حضرت مولٰنا قاسمیؒ کے بہت پرانے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات پر ایک بلیغ مرثیہ فارسی زبان میں لکھا تھا۔ جو نہیں مل سکا۔ آپ کے صاحبزادہ سید ضیاء الدین صاحب کریری مقیم راولپنڈی نے آپ کے حالات پر مشتمل ایک طویل مکتوب محمد بہاء الحق کے نام لکھا تھا۔ جس کا کچھ حصہ درج ذیل ہے:۔

"مولٰنا مفتی سید عنایت اللہ شاہ صاحبؒ بخاری مفتی کشمیر مولٰنا سید عزیز اللہؒ صاحب کریری کے فرزند تھے۔ قصبہ "کریر" کشمیر کا مشہور قصبہ ہے۔ جس کی بنیاد حضرت سید محمد مراد صاحبؒ بخاری نے ۱۰۰۶ھ میں رکھی تھی۔ اس خاندان میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء و مشائخ گذرے ہیں۔ مثلاً مولٰنا میر حسین صاحبؒ بت شکن، مولٰنا سید ثناء اللہ صاحبؒ کریری مولٰنا سید احمدؒ، مولٰنا سید یوسف شاہؒ، میر حمزہ کریریؒ، میر یوسفؒ کریری۔ یہ خاندان ۱۰۰۶ھ سے کشمیر میں خدمت

اسلام اہتمام دیتا رہا ہے۔ مولنا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مرحوم اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بچپن سے والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ اس لئے ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام ان کے ماموں صاحبان میر قدرت اللہ اندرابی، سید قطب الدین[1] اندرابی، اور بلند پایہ بزرگ شیخ سلسلۂ کبرویہ سید علی اندرابی کرالہ پورہ نے فرمایا۔

مولنا سید عنایت اللہ شاہ موصوف نے کشمیر میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد امرتسر تشریف لے گئے وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے پھر ہندوستان کی مشہور ریاست بھوپال گئے۔ یہاں مولنا میر حسن بت شکن کے "مدرسہ نجاریہ" میں داخل ہوئے۔ مولنا میر حسن بت شکن موصوف مولنا سید عنایت اللہ شاہ مرحوم کے عم محترم تھے۔ مولنا بت شکن کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے "خلعت الہنود" بہت مشہور ہے۔ جو راجہ اندرمن کی دل آزار کتاب "تحفۃ الاسلام"[2] کے جواب میں لکھی

عله سید قطب الدین صاحب اندرابی مرحوم کے صاحبزادہ سید ضیاء الدین صاحب اندرابی مرحوم آزاد گورنمنٹ کشمیر کے وزیر صحت و بحالیات تھے۔ جو بتاریخ ۷ شوال ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۶۲ء انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کو عیدگاہ راولپنڈی کے قبرستان میں دفنایا گیا۔

عله یہ کتاب ۱۲۸۰ھ میں مطبع صدیقی بریلی میں چھپی تھی۔ (ملاحظہ ہو مقالہ بعنوان مطبع صدیقی بریلی کی تاریخی مطبوعات" جو پاکستان ہسٹری کانفرنس کراچی میں پڑھا گیا)

گئی تھی۔ مولانا عنایت اللہ شاہ موصوف نے ۱۹۳۱ء کی تحریک حریت
کشمیر میں سرگرم حصّہ لیا تھا۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب رہنمائے کشمیر ان کی
بے حد عزت کرتے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میرے دل میں مولانا عنایت اللہ
شاہ کا احترام میرے والد کی طرح ہے۔ مولاناؒ نے مسلم کانفرنس
کے اندر مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا تانا بانا بکھیر کر
رکھ دیا اور آخر مرزائیوں کو کانفرنس سے خارج کرا کر دم لیا۔
آپ جیل سے رہا ہو کر امرتسر آئے اور احرار رہنماؤں کو کشمیر کے
حالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آپ (محمد بہاء الحق قاسمی) اور مولانا
محمد داؤد غزنوی نے ان کی بہت مدد کی۔ آپ دونوں حضرات کی امداد
کا تذکرہ والد مرحوم نے مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس
میں خاص طور پر کیا تھا۔ سید صاحبؒ موصوف نے کچھ رسائل بھی
تصنیف فرمائے تھے۔ جن میں سے "شانِ سادات"۔ "تعمیر مساجد"
"اعتقادِ صحیح"۔ "مستحقین خیرات" کے نام یاد ہیں۔ آپ کی وفات بتاریخ
۲۳ ربیع الاول ـــــــھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۳۳ء کشمیر میں
ہوئی۔

میں اکثر والد مرحوم سے آپ کے جلیل القدر والد (مولانا مفتی
غلام مصطفیٰ صاحبؒ) کا ذکرِ خیر سنا کرتا تھا کہ وہ بڑے بلند پایہ
عالم اور روحانی پیشوا تھے۔ بلکہ والد مرحوم اُن کے یومِ وفات پر
ہر سال تلاوت کلام اللہ کی مجلس منعقد کیا کرتے اور اس کا ثواب

Marfat.com

مولانا کی روح کو پہنچاتے اور فرماتے کہ میرے استادِ محترم (مولانا قاسمیؒ) میرے ساتھ تمام شاگردوں سے زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ ان واقعات کی بناء پر میں آپ کے اسمِ گرامی سے بہت پہلے سے واقف ہوں۔ اگرچہ اب تک آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ میں لاہور آؤں گا۔ تو آپ سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

(مفتی سید ضیاء الحق بخاری از کوہ مری ۲۶ اگست ۱۹۶۱ء)

مولانا ولی اللہ شاہ

آپ علاقہ بارہ مُولہ (کشمیر) کے مقتدر اور باوضع علماء میں سے ہیں۔ مدرس بھی ہیں اور مبلغ بھی (سلمہ اللہ تعالےٰ)

مولانا حکیم غلام قادر شاہ مرحوم

آپ علاقہ ترال کشمیر کے باشندہ اور حضرت مفتی صاحبؒ کے پرانے شاگردوں میں سے تھے۔ علومِ عربیہ کی تکمیل کے بعد امرتسر کے مشہور فاضل طبیب حکیم مرید احمد مرحوم و مغفور سے طب پڑھی اور کشمیر جا کر مطب کیا اور وہیں فوت ہوئے۔ (غفرلہ)

مولانا حکیم سید نور الدین گیلانی مرحوم

آپ موضع کیسر مرڈ ضلع ٹمکور (ریاست میسور جنوبی ہند) کے مشائخ کرام کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے تمام دینی علوم حاصل کئے۔ حکیم مرید احمد صاحب فاضل طبیب امرتسری مرحوم سے طب کی کتابیں پڑھیں اور طبیہ کالج دہلی میں داخل

Marfat.com

ہوکر سند حاصل کی۔ پھر اپنے وطن جاکر معسکر بنگلور، محمد علی بلڈنگ میں مطب جاری کیا۔ اور ساتھ ہی دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ایک دفعہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرؤوں نے ریاست میسور میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی منظم کوشش کی۔ تو آپ ہی نے دفاع کا فریضہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ بخشے۔ ۱۹۳۱ء میں آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۳ء میں ایک صاحبزادہ سید صدر الدین نامی تولد ہوا تھا۔ اس کے بعد کے حالات معلوم نہیں۔ نہ آپ کا سن وفات معلوم ہے۔ آپ حضرت مفتی صاحب کے نہایت مخلص اور وفادار شاگردوں میں سے تھے۔

مولوی حکیم سید زین العابدین شاہ مرحوم آپ کی پیدائش مقام تزکرہ ضلع چکنگور ریاست میسور (جنوبی ہند) میں ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء میں ہوئی تھی۔ آپ ایک خوشحال اور معزز خاندان سے تھے۔ اردو فارسی کی تعلیم اپنے گھر میں رہ کر اور انگریزی کی تعلیم لکھنؤ اور لاہور میں حاصل کی۔ مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عربی پڑھنے کے لئے داخل ہوئے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں امرتسر تشریف لائے تو اپنے ہموطن مولوی سید نور الدین شاہ گیلانی مرحوم کی رفاقت میں حضرت مفتی صاحبؒ سے تفسیر خازن اور تفسیر بیضاوی شریف اور معارف قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی جاکر طبیہ کالج میں داخل ہوئے۔ وہاں ۱۹۲۰ء میں سیاسی تحریکوں میں شریک ہوکر کام کیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے تقریباً تمام مشہور مقامات کا سفر اختیار کرکے معلومات حاصل کئے۔ آخر میں وطن پہنچ کر مطب اور طبی سکول قائم کیا۔ مطب مرجع انام تھا۔

Marfat.com

دینی اور اصلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مولانا شبلی صاحبؒ نعمانی آپ سے انگریزی زبان کی تاریخی کتابوں کے تراجم کا کام لیتے رہے ہیں۔ یہ تمام واقعات مولوی سید زین العابدین شاہ صاحب موصوف مرحوم کی اپنی لکھی ہوئی سرگذشت حیات سے لئے گئے ہیں۔ جو بنگلور میں طبع ہوئی تھی۔

آپ اپنے صاحبزادوں کے پاس کراچی میں مقیم تھے کہ وہاں بتاریخ ۷ جولائی ۱۹۵۸ء آپ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولانا عبداللہ میر صاحب آپ سوپور (کشمیر) کے مشہور عالم ہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے سنجیدہ مزاج اور خاموش طبع شاگردوں میں سے ہیں۔ اپنے وطن میں خدمت دین کر رہے ہیں (سلمہ اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ امرتسر میں مدرسہ نعمانیہ کے صدر مدرس اور لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے بانی اور مہتمم تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے اور مولانا محمد حسین صاحب مرحوم شیخ الحدیث مدرسہ سلفیہ غزنویہ امرتسر (داماد مولانا عبدالجبار صاحب غزنویؒ مرحوم) نے مل کر حضرت مفتی صاحبؒ سے متعدد کتابیں پڑھیں۔ جن میں سے مجھے صرف سراجی کا نام معلوم ہے۔ آپ سے ہزاروں انسانوں نے علمی اور روحانی فیض پایا ہے۔ آپ کی ساری عمر درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد میں گذری۔

Marfat.com

آپ کی مستقل سوانح عمری لاہور میں چھپ چکی ہے۔ جس کا نام "تذکرہ حسن" ہے۔ آپ کا انتقال پُر ملال ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء کو کراچی میں ہوا۔ اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ رحمہ اللہ۔

مجاہدِ ملت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری

آپ کی ذات بھی محتاج تعارف نہیں۔ آپ عظیم آباد پٹنہ سے تجوید و حفظ قرآن اور کتب فارسی کی تعلیم سے فراغت پاکر امرتسر آئے۔ تو آپ کے والد ماجد مرحوم کے چچا سید پیر شاہ مرحوم نے آپ کو تعلیم و تربیت کے لئے حضرت مفتی صاحبؒ کے سپرد کیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے ڈھائی تین سال تک (۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۴ء تک) شاہ جیؒ کو اپنے پاس رکھ کر نہایت شفقت سے صرف و نحو اور فقہ کی کتابیں پڑھائیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میری تمنا ہے کہ شاہ جی کچھ بن جائیں" —— شاہ جیؒ خود اس فقرے کو اپنی گفتگوؤں میں بڑی مسرت سے بیان کیا کرتے تھے۔

جب کوچہ جیل خانہ ہال بازار امرتسر کے لوگوں نے اصرار کرکے شاہ جیؒ کو اپنی مسجد کا خطیب مقرر کر لیا۔ اور ہال بازار سے محلہ کٹھاران میں سبق کے لئے آنا بوجہ طول مسافت دشوار محسوس ہوا تو حضرت مفتی صاحبؒ کی اجازت سے شاہ جیؒ نے حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے پڑھنا شروع کر دیا۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء میں ملتان میں ہوئی۔ آپ

Marfat.com

کے جنازہ میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان شریک ہوئے۔ آپ کے حالاتِ زندگی اخبارات میں بکثرت شائع ہو چکے ہیں۔ کتابی شکل میں بھی آپ کے سوانح حیات لکھے جا رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مولوی احمد شاہ صاحبؒ چوروی

آپ چورہ شریف ضلع کیمبل پور کے مشہور نقشبندی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ سے کافی مدت تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ دیوبند میں داخل ہوئے۔ آپ میں گروہی تعصب بالکل نہ تھا۔ تمام علمائے دیوبند کا عموماً اور علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ کا خصوصاً احترام فرماتے تھے۔ اپنے استاد حضرت مفتی صاحبؒ سے بہت عقیدت کا برتاؤ کرتے تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ بڑے فرزند کا نام صاحبزادہ خادم حسین صاحب ہے۔ وہ اپنے والد ماجد کے جانشین ہیں۔ دوسرے فرزند کا نام صاحبزادہ ارشاد حسین صاحب ہے۔

مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاری مرحوم و مغفور

حضرت مفتی عبدالرحمٰن مرحوم و مغفور نمونہ سلف بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ سے اصول و فنون کی کتابیں پڑھی تھیں۔ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں اپنے وطن ہزارہ میں جا کر فوت ہوئے۔ (منقول از فیض الاسلام ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء) آپ مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں مدرس تھے۔

مولانا عبدالرحیم امرتسری مرحوم

مولانا مرحوم نے بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے کافی مدت تک تعلیم

حاصل کی تھی۔ اور کچھ مدت تک مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھواں لاہور میں حضرت پیر عبدالغفار شاہ کاشمیریؒ کی نگرانی میں بھی کتابیں پڑھیں۔ پھر آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات مولوی فاضل، منشی فاضل وغیرہ میں بھی اعلیٰ نمبروں پر کامیابی حاصل کی۔ اور آخر خالصہ کالج امرتسر میں پروفیسر مقرر ہوئے آپ نہایت ذہین و فطین تھے۔ ایک مرتبہ ایک اختلافی مسئلہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے کامیاب مناظرہ بھی کیا تھا۔ فارسی اور عربی ادب میں خاص قابلیت رکھتے تھے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے امرتسر میں فارسی ادب کی مشہور کتاب "ابوالفضل" آپ ہی سے پڑھی تھی۔ آپ عین عالم شباب یعنی تیس برس کی عمر پاکر ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں انتقال فرما گئے تھے۔ آپ کی یادگار دو صاحبزادے ہیں۔ ایک مولوی محمد سعید صاحب شیدا مدرس ہائی کلاسز چشتیہ ہائی سکول و پرنسپل جامعہ اسلامیہ ریلوے روڈ لاہور، اور دوسرے محمد مسعود صاحب۔

مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم و مغفور مولوی غلام محمد صاحب ترنم مرحوم امرتسری کے بہنوئی تھے

مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم مؤرخ کشمیر

آپ سرینگر کشمیر کے مشہور لوگوں میں سے تھے۔ اور حضرت مولانا رسول شاہ صاحبؒ میر واعظ کشمیر (متوفی ۱۳۲۷ھ) کے داماد اور مولانا محمد یوسف شاہ صاحب میر واعظ (حال وارد راولپنڈی پاکستان) کے بہنوئی تھے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ کی

Marfat.com

وفات بتاریخ ۶ر صفر ۱۳۶۹ھ ہوئی - امرتسر کے مدرسہ عربیہ میں جسے حضرت مولنا مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی نے قائم فرمایا تھا حضرت مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ سے ۱۹۰۱ء میں صرف ونحو اور منطق وطب کی کتابیں پڑھی تھیں۔ اس کے بعد کشمیر جاکر وہاں کے علماء سے باقی کتابیں پڑھیں۔ ڈاکٹر جی - ایم ڈی صوفی نے اپنی مشہور انگریزی تصنیف "کشیر" (مطبوعہ ۴۹-۱۹۴۸ء شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی جلد اول صفحہ ۳۴۵) میں مفتی سعادت صاحب مرحوم کا تذکرہ لکھا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ پروفیسر عباسی صاحب (ماڈل ٹاؤن لاہور) نے کیا ہے جو درج ذیل ہے:-

" مفتی محمد شاہ سعادت ۱۸ر محرم ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۸۱ء کو جمعرات کے روز پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام (مولنا) محی الدین[1] پانڈانی تھا ابتدائی تعلیم انہوں نے اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر مولنا رسول شاہؒ میر واعظ سے تحصیل علم کی۔ ۱۹۰۱ء میں وہ کشمیر سے امرتسر آگئے۔ یہاں انہوں نے مولنا غلام رسول صاحبؒ قاسمی کے مدرسہ میں صرف ونحو منطق اور طب کے علوم حاصل کئے۔ یہاں سے پھر سری نگر واپس گئے۔ اور مفتی عزیز الدین[2]، خواجہ

---

[1] آپ کے مختصر حالات پہلے بیان کئے جاچکے ہیں۔

[2] متوفی ۱۳۱۳ھ آپ کے والد ماجد کا نام ملا عبدالقدوس صاحبؒ مفتی تھا (تاریخ کبیر کشمیر ص ۳۱۳)

اسد اللہؒ۔ مولنٰنا غلام مصطفٰےؒ امرتسری۔ مفتی شریف الدینؒ مولنٰنا صدر الدینؒ اور مولنٰنا (محمد حسینؒ) وفائی سے تحصیل علوم کی۔ ۱۹۱۷ء میں انھوں نے نصرۃ الاسلام سری نگر کے مدرسۃ العلوم عربیہ میں مدرسی اختیار کی۔ ۱۹۲۰ء ۱۹۱۹ء میں محکمہ تعمیرات میں بہ ماتحتی ہیرانند شاستری کام کیا۔ اور اس دوران میں کشمیر کی تاریخی عمارات کے موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ ڈاکٹر ہیرانند نے ان کو ایک بار ڈاکٹر سر جیون جی جمشید جی مودی پی۔ ایچ ڈی (بمبئی والے) کے ساتھ مامور کیا۔ کہ وہ سری نگر اور اس کے مضافات کی تاریخی اور اہم عمارات کے متعلق معلومات بہم پہنچانے میں ان کی مدد کریں۔ ۱۹۲۰ء میں وہ سری نگر میونسپلٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور ۱۹۲۴ء میں ان کو درباری بنا دیا گیا۔ مفتی سعادت کی تالیفات کی تعداد ۴۴ سے زائد ہو چکی ہے۔ بیشتر کتابیں کشمیر کے مختلف حالات سے متعلق ہیں۔ اور چھپ چکی ہیں۔ اور کچھ زیر طبع ہیں۔

حضرت مفتی غلام مصطفٰے صاحبؒ قاسمی کے شاگردوں میں حسب ذیل حضرات کے اسماء گرامی بھی قابل ذکر ہیں:۔

۱۔ مولنٰنا مفتی پیر اصغر شاہ صاحب مرحوم مدرس اعلیٰ و مفتی کشمیر موضع

عہ مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم نے مولنٰنا مفتی غلام مصطفٰے صاحبؒ امرتسری سے کشمیر میں نہیں بلکہ امرتسر میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو مغالطہ ہو گیا ہے۔

Marfat.com

ڈنگی وچھ تحصیل ہندواڑہ ضلع بارہ مولہ کشمیر (۲) مولانا اسداللہ شاہ صاحب نازکی مفتی اعظم ورئیس اعظم علاقہ زینہ گیر موضع مقام شہید پور تحصیل سوپور ضلع بارہ مولہ کشمیر (۳) مولانا حکیم مقبول سبحانی صاحب جو تحصیل کولگام ضلع اسلام آباد کشمیر کے پیرزادہ خاندان سے تھے اور جو نہایت متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اکثر رائے پور ضلع سہارن پور (انڈیا) میں رہا کرتے تھے۔ آپ کا انتقال بھی غالباً رائے پور ہی میں ہوا۔ سن وفات معلوم نہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی زیارت کے لئے رائے پور سے ایک دو سال کے بعد امرتسر آیا کرتے تھے۔ (رحمہ اللہ)

(۴) مولانا حکیم یوسف شاہ صاحب متوطن موضع بیگلن ضلع اسلام آباد کشمیر (۵) مولانا سیف الدین صاحب مرحوم مفتی ڈنگی وچھ کشمیر (۶) مولانا غلام رسول صاحب کریم آبادی مرحوم سابق مفتی علاقہ کریم آباد۔ کشمیر (۷) مولانا حافظ عبدالغنی صاحب مرحوم سابق خطیب شملہ (انڈیا) جو شملہ میں بہت با اثر عالم تھے۔ مولانا مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ کے شاگرد ہونے کے علاوہ آپ کے چچازاد بھائی مولانا پیر سلام الدینؒ ہاشمی کے داماد بھی تھے۔ کراچی میں ۱۹۴۸ء میں فوت ہوکر وہیں مدفون ہوئے۔

(۸) جناب مفتی محمد ضیاء الدین صاحب ضیا۔ آپ پونچھ کشمیر کے مفتی القاضی رہ چکے ہیں۔ کشمیر کی سیاسی تحریکات میں جنت سام کیا ہے

Marfat.com

فارسی زبان کے استاد ہیں۔ مولنا عطاء اللہ صاحب فاضل کشمیری (جن کا مولنا مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی کے تلامذہ کے سلسلے میں اوپر ذکر کیا جا چکا ہے) آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ مشہور صحافی چراغ حسن صاحب حسرت کاشمیری مرحوم آپ ہی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے پرانے شاگردوں میں سے ہیں۔ آج کل لاہور میں قیام فرما ہیں۔ (سلمہ اللہ)

(۹) مولنا عبدالکریم صاحب مرحوم سابق امام مسجد سکندر خاں مرحوم امرتسر اصل میں موضع آچھہ ضلع گجرات پنجاب کے باشندہ تھے۔ عمر کا اکثر حصہ امرتسر میں گذارا۔ لیکن وفات موضع آچھہ میں پائی۔ آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے وفادار تلامذہ میں سے تھے۔ تاریخ وفات ۵ ستمبر ۱۹۴۳ء

(۱۰) مولنا غلام محی الدین صاحب مولوی فاضل سابق مدرس گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر حال مقیم راولپنڈی (سلمہ اللہ)

(۱۱) مولنا پیر احمد اللہ صاحب مرحوم (بارہ مولہ کشمیر)

(۱۲) جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب پال امرتسری مولوی فاضل، منشی فاضل، ایم۔اے ایڈوکیٹ لاہور۔ آپ نے "تذکرۂ اسلاف" طبع اول دیکھنے کے بعد راقم الحروف (محمد بہاء الحق قاسمی) کے نام یکم مئی ۱۹۵۲ء کو ایک نوازش نامہ بھیجا جس میں تحریر فرمایا:۔

" اتفاقاً کل طبیعت کچھ ناساز تھی۔ ہائی کورٹ نہ جا سکا۔ مگر مجھے آپ کے رشحاتِ قلم مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ خدا

Marfat.com

آپ کو جزائے خیر دے نہایت اچھا کام انجام دیا ہے امرتسر کے جید اور چوٹی کے علماء و صلحاء جس گمنامی کا شکار تھے وہ ظاہر ہے اس جرم کے مرتکب ہم ہی لوگ ہیں جو ان سے فیض یافتہ مگر ناشکر گذار ہیں۔ آپ نے ایک حد تک ہم سب کی طرف سے ایک گناہ کا کفّارہ ادا کردیا ہے۔ وہ بزرگ ہستیاں ہمارے تذکروں اور یادگاروں سے مستغنی ہیں مگر ان کے سوانح حیات ان کے اخلاف کے لئے سرمۂ بصیرت ہیں۔ مفصل کسی وقت فرصت میں لکھوں گا۔ البتہ اس وقت ایک بات کا ذکر ضروری ہے۔ وہ یہ کہ مجھے بھی آپ کے والد ماجد مولٰنا مرحوم و مغفورؒ سے شرف تلمّذ حاصل ہے۔ اور اس کا ذکر میرے لئے باعث فخر و مباہات ہوتا۔ آپ کی کتاب نے آج سے نصف صدی پیشتر کے حالات کی تصویر آنکھوں کے سامنے پیش کردی ہے۔ مجھے وہ وقت یاد ہے جب میں کوچہ پہلوانان سے کتابیں اٹھا کر مولٰنا مرحومؒ کی خدمت میں سبق پڑھنے کی خاطر حاضر ہوا کرتا تھا۔ ع

اے وقت تو خوش باد کہ وقت ما خوش کردی

نیازمند

سراج الدین احمد پال

محترم مولوی سراج الدین احمد صاحب پال امرتسر میں بھی ذی وجاہت

حضرات میں سے تھے اور اب ماشاء اللہ لاہور میں بھی متین سنجیدہ اور اہل علم اور باوقار لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

۱۳۔ جناب حکیم حاجی محمد علی صاحب امرتسری شاگرد حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم دہلوی۔ آپ نے بھی "تذکرۂ اسلاف" طبع اول کا مطالعہ کرنے کے بعد ۹ر جنوری ۱۹۲۴ء کو راقم الحروف کے نام خط لکھا۔ جس میں فرمایا کہ:

"میں ۱۹۰۴ء میں استاذی و مرشدی حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند سال تک رہ کر فارسی اور صرف و نحو و فقہ کی کتابیں آپ سے پڑھیں آپ نے دار الاقامہ میں میری رہائش کا انتظام بھی فرمایا تھا۔ میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت بھی کی تھی۔"

حکیم صاحب موصوف آج کل گوجرانوالہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کی ایک کتاب "سوداۓ مرزا" کے نام سے امرتسر میں شائع ہوئی تھی۔ جو علماء کے حلقہ میں بہت مقبول ہوئی تھی۔ ابھی حال ہی میں آپ نے تقرّبِ الٰہی کے عنوان سے ایک مفید کتاب شائع کی ہے۔ آپ معمر ہونے کے باوجود دنیا اور دین کے فرائض کی ادائیگی میں جوانوں سے زیادہ مستعد اور ذاکر و شاغل بزرگ ہیں۔

۱۴۔ بابا عبد اللہ شاہ عرف گھوڑے شاہؒ۔ آپ اصل میں کشمیر کے باشندہ تھے۔ امرتسر میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ آپ ابتدائی زمانہ میں متبع شریعت اور سالک تھے اسی زمانہ میں آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے

باوجود تقریباً ہم عمر ہونے کے آپ ہی کی مسجد میں امامت اختیار کر کے علم حاصل کرنا شروع کیا۔ مدت تعلیم معلوم نہیں۔ اس کے بعد آپ مجذوب ہو گئے۔ اور آخر عمر تک مجذوب ہی رہے۔ اکثر نیم برہنہ رہتے۔ اور بازاروں میں گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑتے۔ اور اپنی ٹانگوں پر کبھی کوڑا اور کبھی چابک مارتے ہوئے نظر آتے۔ اسی وجہ سے "گھوڑے شاہ" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ پیر غلام دستگیر صاحب نامی لاہوری مرحوم (متوفی ۱۹۶۱ء) نے حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کی روایت سے بابا صاحب موصوفؒ کی چند کرامات ماہنامہ "رنگ و بو" لاہور مجریہ دسمبر ۱۹۶۱ء میں درج کی ہیں۔ بابا صاحب موصوفؒ کے ایک کشف کا راقم الحروف کو بھی ذاتی طور پر علم ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ میرے بہنوئی سید نذیر احمد مرحوم (متوفی ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء) کو ضلع لائلپور کی پولیس نے دفعہ ۳۰۲ کے تحت گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔ اس زمانہ میں حضرت والد صاحبؒ اور ہم سب نہایت پریشان تھے کہ ایک روز بابا صاحبؒ حضرت والد صاحبؒ کے پاس مسجد میں اچانک ایسے وقت میں آ کر کھڑے ہو گئے کہ آپ کتاب پڑھ رہے تھے۔ والد صاحبؒ بوجہ مطالعہ میں منہمک ہونے کے بابا صاحبؒ کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ تو بابا صاحبؒ کشمیری زبان میں بولے "دماغ کوتا چھس"

جب والد صاحبؒ متوجہ ہوئے تو بابا صاحب کشمیری زبان میں یہ کہہ کر اچھلتے کودتے ہوئے بھاگ گئے کہ "پریشانی دور ہو جائے گی"

چنانچہ چند ہی روز کے بعد پولیس نے مقدمہ واپس لے لیا۔ اور اللہ تعالے نے پریشانی دور فرما دی۔ بابا صاحبؒ کا مزار قبرستان فتح بابا کشمیری مرحوم بیرون گلوالی دروازہ امرتسر میں اب تک موجود ہے اور غیر مسلم لوگ قبر پہ چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ بابا صاحبؒ کا انتقال غالباً ۱۹۲۳ء کو ہوا تھا۔

مولٰنا سید محمد یوسف شاہ صاحب مرحوم آپ وترمیل (کشمیر) کے باشندہ تھے حضرت مفتی صاحبؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے صرف نحو و فقہ کی کتابیں حضرت مفتی صاحب سے پڑھیں اور دورۂ حدیث حضرت مولٰنا علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ کشمیری کی خدمت میں رہ کر پڑھا۔ بعض کتابیں دیوبند کے دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھی تھیں۔ سند فراغ حاصل کر کے کشمیر چلے گئے اور سرینگر میں میرواعظ صاحب کے مدرسہ عربی کے صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ عربی ادب میں خوب مہارت رکھتے تھے کشمیر ہی میں فوت ہوئے۔ تاریخ وفات ۴ صفر ۱۳۷۲ھ ہے۔ (رحمہ اللہ)

نکاح و اولاد حضرت مولٰنا مفتی پیر غلام مصطفٰے صاحب قاسمی رحمہ اللہ کے شاگردوں کے تذکرہ کے بعد آپ کی اولاد کا ذکر بھی بالاختصار کیا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے چار نکاح کئے۔ پہلی دو بیویاں لاولد انتقال فرما گئیں۔ تیسری بیوی صاحبہ سے (جو پیر جمیل شاہ صاحب مرحوم سوداگر پشمینہ امرتسر کی ہمشیرہ تھیں) صرف ایک صاحبزادہ تولد ہوئے۔ جن کا نام پیرزادہ احمد حسن قاسمی (مرحوم) تھا جو امرتسر میں ۱۹۴۶ء میں بعارضۂ استسقا فوت ہو گئے تھے۔ ان کی یادگار ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی ہیں۔ صاحبزادہ کا نام پیرزادہ مصطفٰے حسن قاسمی ہے۔ (سلمہ اللہ)

Marfat.com

حضرت مفتی صاحبؒ کا دوسرا گنہ گار نا چیز بیٹا راقم الحروف محمد بہاء الحق ہے۔ جس کی تین ہمشیر بقید حیات ہیں۔ اور بحمد اللہ کثیر اولاد رکھتی ہیں۔ راقم الحروف ماشاء اللہ دو بیٹوں اور چھ بیٹیوں کا باپ۔ تین پوتیوں کا دادا اور سترہ نواسوں اور ساتھ نواسیوں کا نانا ہے۔ بیٹوں کا نام علی الترتیب پیرزادہ محمد ضیاء الحق قاسمی اور پیرزادہ محمد عطاء الحق قاسمی ہے (سلّمہم اللہ تعالیٰ)

حضرت والد ماجدؒ کی چوتھی بیوی صاحبہ یعنی راقم الحروف کی والدہ ماجدہ مرحومہ (متوفاۃ نومبر ۱۹۲۹ء) پیر احمد شاہ نزدری مسعودی مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ جو محلہ زورہ سری نگر کشمیر سے امرتسر تشریف لائے تھے۔ اور امرتسر ہی میں ۱۹۰۹ء میں فوت ہو کر مدفون ہوئے تھے۔ میرا ایک حقیقی برادر خورد پیرزادہ سعید احمد قاسمی خلد آشیاں تین سال کی عمر ہی میں اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔

میری شادی منشی ہدایت اللہ صاحب مرحوم انسپکٹر چونگی امرتسر (متوفی ۱۹۳۳ء) کی دختر سے ہوئی تھی۔ اہلیہ مرحومہ کا انتقال ۱۸ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء کو ہو گیا۔ اناللہ۔ مؤرخ اسلام سید ہاشمی صاحب فرید آبادی مقیم لاہور نے مرحومہ کا قطعۂ تاریخ وفات لکھا تھا جو درج ذیل ہے:-

حضرت قاسمی کی زوجۂ پاکیزہ نہاد	روح نے ان کی جو کی جانب جنت پرواز
فکر مجھ کو ہوئی تحریر کروں سال وفات	غَفَرَ اللّٰہُ لَہَا غیب سے آئی آواز

۱۳۸۲ھ

عہ سید صاحب موصوف بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۶۴ء انتقال فرما (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت مولانا پیر غلام محی الدین صاحبؒ قاسمی

آپ حضرت پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی کے دوسرے صاحبزادے یعنی مولانا مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی کے چھوٹے حقیقی بھائی تھے۔ کٹڑہ کرم سنگھ امرتسر میں رہائش رکھتے تھے۔ آپ جسم کے دُبلے پتلے تھے۔ لیکن خوبرو اور خوش شکل بزرگ تھے۔ آپ نے اکثر کتابیں اپنے عم محترم حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحبؒ قاسمی سے پڑھیں۔ اور کچھ کتابیں اپنے برادر محترم موصوفؒ سے بھی۔ البتہ آپ نے طبی کتابیں مولانا حکیم غلام رسول سے پڑھیں تھیں۔ جن کا ذکر خیر اوپر ایک جگہ کیا جا چکا ہے۔ آپ نے بھی تحصیلِ علوم کے بعد محض ابتغاءً لوجہ اللہ بلا کسی معاوضہ کے طلبہ کو پڑھانے میں عمر مبارک صرف کر دی۔ مولانا پیر احمد اللہ مرحوم (بارہ مولہ) حکیم غلام قادر شاہ مرحوم، مولانا ولی اللہ شاہ سلمہٗ، مفتی ضیاء الدین صاحب ضیا سلمہٗ وغیرہم جہاں آپ کے برادر محترمؒ کے شاگرد تھے۔ وہاں آپ کے بھی شاگرد تھے۔ آپ کے وعظ اور قرأت قرآن میں خاص سوز تھا۔ نہایت متقی، پرہیزگار، اور متبعِ سُنّت بزرگ تھے۔ ایک سال تک مرضِ سِل میں مبتلا رہے۔ ایامِ مرض میں بعض اوقات غشی طاری ہو جاتی۔ لیکن نمازوں کے اوقات میں آنکھیں کھول دیتے۔ اور تیمم کر کے لیٹے لیٹے نماز پڑھ لیتے۔ آخری سانس تک

Marfat.com

آپ کی ایک نماز بھی نہیں چھوٹی۔ نزع کی حالت میں راقم الحروف آپ کی خدمت میں حاضر اور سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت میں مصروف تھا۔ آپ قرآن پاک بغور سُنتے رہے۔ سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت ختم ہوئی تو کلمۂ شہادت پڑھ کر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کرلیں۔ اور ملاءِ اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے بسلسلۂ حج بیت اللہ شریف مکۂ معظمہ میں کسی بزرگ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ لیکن مجھے ان بزرگ کا اسم گرامی یاد نہیں رہا۔ آپ اپنے عم محترم حضرت مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی کے پہلو میں امرتسر میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۱۴ر شعبان ۱۳۳۵ھ ہے (نور اللہ مرقدہٗ)

آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ (۱) پیرزادہ محمد ابراہیم صاحب قاسمی جو صاحب اولاد ہیں۔ ان کے صاحبزادوں کے نام علی الترتیب پیرزادہ محمد عزیز قاسمی اور پیرزادہ محمد اویس قاسمی ہے۔ ایک صالح نوجوان صاحبزادہ پیرزادہ محمد شعیب قاسمی قیام شملہ کے زمانہ میں فوت ہوگیا تھا۔ اور وہیں مدفون ہے۔ (غفر اللہ لہٗ)

آپ کی شادی شملہ کے ایک بزرگ پیرجی حبیب اللہ صاحب مرحوم (متوفی ۱۴ر محرم ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۸ر اکتوبر ۱۹۱۸ء) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ پیرجی صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے مولوی حافظ ضیاء اللہ صاحب ندوی شملوی کراچی میں مقیم ہیں۔ دوسرے صاحبزادہ پیرزادہ ذکاء اللہ صاحب

Marfat.com

شملوی مرحوم و مغفور (جو مسلم لیگ کے مخلص ترین رہنماؤں میں سے تھا)
لاہور میں آکر ۱۹۴۳ء میں فوت ہو گئے۔

حضرت مولٰنا پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی رحمہ اللہ کے دوسرے صاحبزادہ الحاج پیرزادہ محمد یوسف صاحب قاسمی ہیں جو حامی قریب ہی سیکشن آفیسر درجہ اوّل محکمہ مالیات حکومت پاکستان کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ ان کے صرف ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادہ کا نام پیرزادہ عطاء الرحمٰن قاسمی ہے۔

یہ تمام حضرات اور حضرت مولٰنا مفتی پیر غلام رسول صاحبؒ قاسمی کی اولاد و احفاد کے اکثر افراد اور راقم الحروف کے داماد پیرزادہ محمد امین صدیق سلمہ اللہ (ابن پیر تاج الدین صاحب صدیقی مرحوم مدفون امرتسر ۱۹۴۷ء) اہل و عیال سمیت کراچی میں مقیم اور بفضلہ تعالےٰ سب فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔
وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ سَلَّمَہُمُ اللّٰہُ تعالےٰ

قطعاتِ تاریخ وفات مولٰنا پیر غلام محی الدین صاحبؒ قاسمی

(از میر غلام مصطفےٰ صاحب نازکی مرحوم بنڈ پورہ کشمیر)

افسوس آں مولائے من رفت از جہاں چوں جاں زتن
آں خادمِ دینِ متیں مفتی غلامِ محیِ دیں

چوں بسالِ وصلِ آں ہمام — جستم ز فکرِ تیز گام
داد از دلِ غمگیں پیام — شُد عازمِ خُلدِ بریں

۱۳۳۸ھ

(۲)

(از خواجہ عبد العزیز صاحب خواجہ مرحوم تاجر پشمینہ امرتسر)

چو محی الدّین آں بحرِ نکوئی — شد و انداخت اندر خلد لنگر
برائے سالِ فوتش گفت خواجہ — چہ خوش گفتا مقامش خُلدِ اکبر

۱۳۳۸ھ

{ منقول از اخبار "الفقیہ" امرتسر ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ
مطابق ۲۰ر جولائی ۱۹۲۰ء }

(۳)

(از مفتی ضیاء الدّین صاحب ضیاء سلّمہ اللہ)

پیر محی الدّین مردِ ذی وقار — منبعِ بحرِ کرم والا تبار
آں براہیمی نظر روشن خیال — آہ آں یوسف لقا زیبا شعار
از مدینہ خاطرِ او مستنیر — شد جبینش در حرم سجدہ گذار
چوں ندائے اِرْجِعِی در گوشِ اُو — شد رسید از ساحتِ دار القرار
از سرِ ایقاں سنِ وصلش ضیاء — رفت در جنّت بیاید در شمار

۱۳۳۸ھ

حضرت مولٰنا پیر سلام الدین صاحبؒ قاسمی

آپ حضرت مولٰنا پیر عبد القدوس صاحبؒ قاسمی موصوف کے اکلوتے صاحبزادہ تھے۔ آپ مولٰنا سلام بابا صاحبؒ کے نام سے مشہور تھے۔ مسجد جامع خان بہادر میاں محمد جان مرحوم امرتسر میں پینتالیس سال تک خطیب رہے۔ صوفی مشرب اور مرنج و مرنجاں مسلک رکھتے تھے۔ مسجد مذکور میں ہر جمعہ کے روز ٹھیٹھ پنجابی زبان میں وعظ فرماتے۔ دین کی سادہ سادہ باتیں بیان کرتے۔ خود بھی روتے اور حاضرین کو بھی رُلاتے تھے۔ آپ کے مُریدین پاکستان کے مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد لاہور تشریف لے آئے تھے۔ بماہِ دسمبر ۱۹۴۸ء فوت ہو کر قبرستان میانی صاحب ؂۵ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار کے گرد چار دیواری اور دروازہ لگا کر مزار کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ آپ کے معتقدین کے زُمرہ میں بہت سے انگریزی دان مسلمان بھی داخل ہیں۔ ایک صاحب الٰہی بخش صاحب بی۔اے ممبر یونین کونسل نے ایک طویل مضمون لکھا تھا۔ جو لاہور کے مشہور ہفتہ وار

؂۵ میانی قبرستان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اس جگہ ایک گاؤں آباد تھا۔ جس میں عالم لوگ رہتے تھے۔ اور چونکہ پنجابی زبان میں عالم کو "میاں" کہتے ہیں۔ اس لئے اس گاؤں کو "میانی صاحب" کہا جانے لگا۔

(کتاب تحقیقات چشتی صفحہ ۱۷۲)

Marfat.com

اخبار "اقدام" میں شائع ہوا تھا۔ اس سے لاہور کے دو مشہور ہفتہ وار اخبارات "ایشیا" اور "شہاب" نے نقل کرکے شائع کیا۔ اس مضمون میں الٰہی بخش صاحب موصوف نے اپنے تجربات کی بناء پر یہ ثابت کیا ہے کہ موجودہ دنیا میں نیکوں کی صحبت ہی ملحدانہ اثرات سے بچا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ وہ غلط ماحول سے متاثر ہوکر اسلام کی صداقت کے نہ صرف یہ کہ قائل نہ رہے تھے بلکہ غیر مُسلموں سے بڑھ کر اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گستاخانہ نکتہ چینی کرنے لگ گئے تھے۔ خوش قسمتی سے ان کو مولانا سلام الدین صاحب قاسمیؒ کی صحبت نصیب ہوگئی۔ جب سے ان کو تجدید اسلام کی توفیق ملی پھر تو ان کی استقامت کا یہ حال ہوگیا کہ ملایا میں ملازمت کے دوران امریکن مشنری پادریوں نے ان کو قبولِ عیسائیت کے لئے زن اور زر کی رشوتیں پیش کیں۔ لیکن انہوں نے ان رشوتوں کو ٹھکرا دیا۔ ان کے مضمون کے اس حصّہ کو حذف کرکے صرف وہ حصّہ ذیل میں انہی کے الفاظ میں نقل کیا جا رہا ہے۔ جس میں حضرت مولانا سلام الدین صاحبؒ قاسمی کے حُسنِ اخلاق اور ان کی سیرۃ پر روشنی پڑتی ہے۔

مولانا سلام الدین قاسمیؒ کی سیرۃ ایک گریجویٹ کے قلم سے

مرشدِ کامل میں ہاکی اور فٹ بال کھیلنے میں بہت مشتاق تھا۔ اور میرا ایک اور طالب علم دوست بنام عبداللطیف جو اسلامیہ ہائی سکول

Marfat.com

شجرۂ خاندانِ قاسمی

حضرت مولانا قاضی جمال الدین بدشاہی رحمہ اللہ[1]

مولانا محمد اسحٰق رح

مولانا عبید اللہ رح

مولانا عبد الغفور رح

مولانا عبد السلام رح

مولانا عبد الواحد رح

- علامہ مولانا اخوند جمال الدین سیالکوٹی رح[2] (متوفی ۱۰۱۲ھ)
  - علامہ قاضی ابو القاسم جمال[3]
    - مولانا قاضی محمد شارف رح
      - ملا محمد اشرف رح
        - حضرت ملا شیخ محمد جمالی[5]
  - ملا محمد ہاشم جمالی[4]
- علامہ مولانا کمال ال...
  - حکیم و دانا مولانا محمد رضا رح[6]
  - مولانا ...

---

[1] آپ سلطان زین العابدین عرف بدشاہ کے عہدِ حکومت (۸۲۶ھ تا ۸۷۴ھ ...
حیات ہیں۔ [2] آپ عہدِ جہانگیری کے اکابر علماء میں سے تھے۔ مدفون سری نگر۔ ...
مجتہد ہوئے۔ (مدفون کشمیر) [3] آپ کی اولاد کو قاسمی کہا جاتا ہے۔ [4] حضرت سعد ...

Marfat.com

اولاد حضرت شیخ محمد بہائی موص

حضرت شیخ سعید الدین بہائیؒ عرف شادی بابا (مدفون وچار ناگ سرینگر) — حضرت شیخ عبدالرحیم بہائیؒ (مدفون بوٹہ کدل سرینگر) — حضرت شیخ محمد اسمٰعیل بہائیؒ (مدفون احمد اکدل سرینگر) — حضرت شیخ (مدفون

شیخ محمد قاسم بہائیؒ احمد اکدلی

مولٰنا پیر ہدایت اللہ صاحبؒ قاسمی
(مدفون احمد اکدل سرینگر)

مولٰنا پیر عنایت اللہ صاحبؒ قاسمی
(مدفون احمد اکدل)

مولٰنا پیر امیر الدینؒ قاسمی
(مدفون امرتسر ۱۲۹۵ھ)

مولٰنا پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی (مدفون امرتسر ۱۲۹۹ھ) — مولٰنا پیر عبدالقدوس صاحبؒ قاسمی (مدفون امرتسر ۱۳۰۱ھ) — مولٰنا العلامہ مفـ (مدفون امر

مولٰنا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحبؒ قاسمی (مدفون امرتسر یکم محرم ۱۳۵۲ھ، ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء) — مولٰنا حکیم پیر غلام محی الدین صاحبؒ قاسمی (مدفون امرتسر ۱۳۴۹ھ) — مولٰنا پیر سلام الدین صاحبؒ قاسمی (مدفون لاہور ۱۹۶۰ء)

(بقیہ دوسری طرف) (بقیہ دوسری طرف)

ی القضاۃ (چیف جج) تھے۔ آپ مضافات آگرہ (ہندوستان) سے تشریف لائے تھے۔ ۲ آپ
تذکرہ تکملۂ تاریخ اعظمی صفحہ ۲۰۴ میں ہے۔ آپ محلہ جامع سری نگر میں مدفون ہیں۔ ۳ آپ
ی اولاد و احفاد کے بارہ افراد قلمی شجرہ میں دکھائے گئے ہیں۔ بلکہ ان کے نام بھی دیئے گئے ہیں

Marfat.com

امرتسر میں زیرِ تعلیم تھا۔ وہ بھی مذکورہ بالا کھیلوں میں بہت دلچسپی لیتا تھا۔ یہ عبداللطیف تھانہ اجنالہ ضلع امرتسر کے تھانیدار کا لڑکا تھا۔ یہ تھانیدار صاحب ایک عالمِ دین بنام مولانا اسلام الدین کے مرید تھے۔ جو مسجد جامع میاں محمد جان مرحوم ہال بازار امرتسر کے پیش امام تھے۔ تھانیدار صاحب نے اپنے بیٹے کو شہری ماحول کی بُرائیوں سے محفوظ رکھنے کی غرض سے یہ عاقلانہ پیش بندی کر لی کہ عبداللطیف کو اپنے پیر صاحب کی حفاظت میں چھوڑ دیا۔ اور پیر صاحب نے اس لڑکے کو اپنے حجرہ میں رہائش کی اجازت دے دی۔

ایک دن بعد دوپہر میں ہاکی سٹک ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے دوست عبداللطیف کو بلانے کے لئے مسجد کے حجرہ میں داخل ہوا۔ تو لطیف تو وہاں موجود نہ تھا۔ مگر ایک اور شخص وہاں بیٹھا کسی کتاب کی ورق گردانی میں مشغول تھا۔ یہ شخص کوئی پینتیس چالیس سال کے لگ بھگ ہوگا۔ درمیانہ قد، گورا چٹا بدن، منہ پر گھنی داڑھی اور خوبصورت سڈول چہرہ کا مالک تھا۔

میں نے کمرہ میں قدم رکھتے ہی پوچھا۔ "عبداللطیف کہاں ہے؟"

اس شخص نے کتاب سے سر اٹھا کر میری طرف ذرا تعجب سے دیکھا۔ اور کہا۔ "تشریف رکھئے لطیف صاحب ابھی آتے ہیں۔"

میں اس فقرہ "لطیف صاحب ابھی آتے ہیں" کو سُن کر ششدر رہ گیا۔ یہ "لطیف صاحب" جسے میں روزانہ کئی درجن مغلظات سے نوازا کرتا تھا اس شخص کی نظر میں اتنا معزز تھا کہ اس کے لئے صیغہ جمع استعمال ہو رہا ہے۔

خیر میں وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑے سے تعارف کے بعد اس داڑھی والے شخص نے پوچھا "کیا آپ کو کچھ کھانے دانے یا حقّہ پانی کی ضرورت ہے؟"

میں نے جواباً کہا "حقّہ ہی لیتا ہوں۔ کھانے دانے کی ضرورت نہیں ہے"

معاً یہ شخص وہاں سے اٹھ کر نیچے بازار کی طرف اُتر گیا اور چند منٹ ہی میں تازہ بھرا ہوا حقّہ لا کر میرے آگے دھر دیا اور خود حجرہ سے نکل کر باہر مسجد کے صحن کی طرف چلا گیا۔

مجھ اجنبی پر اس ملّا ٹائپ کے آدمی کی شرافت اور مہمان نوازی کا بڑا اثر ہوا۔ ابھی میں اس کی شرافت اور تہذیب پر سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں میرا دوست لطیف بھی کہیں سے آ گیا اور مجھے اور میرے سامنے حقّہ کو دیکھ کر حیرانی سے پوچھنے لگا "یہ حقّہ یہاں کس نے تمہیں لا کر دیا ہے؟"

میں نے اس حقّہ لانے والے شخص کا حلیہ بتایا۔ تو لطیف نے کہا "ظالم! وہ تو پیر صاحب حضرت مولانا اسلام الدین صاحب تھے۔ وہ خود تو حقّہ نہیں پیتے۔ تم نے ان سے حقّہ کی فرمائش کیوں کی؟"

ہم دونوں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ وہی صاحب پھر حجرہ کے اندر تشریف لائے۔ میں نے بڑے ادب کے ساتھ ان سے معذرت کی اور کہا کہ میں نے ناحق آپ کو تکلیف دی۔

مولانا صاحب نے میری معذرت طلبی کے جواب میں جو الفاظ فرمائے وہ مجھے آج تک یاد ہیں اور قبر تک یاد رہیں گے۔ کیونکہ ان الفاظ نے میری آئندہ زندگی کے دھارے کا راستہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ فرمانے لگے "برخوردار! معذرت کیسی؟ میں

Marfat.com

اپنا ایک اسلامی فرض ادا کیا ہے۔ حضور اکرمؐ نے اکرام الضیف (مہمان نوازی) کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ آپ میرے اور میرے ایک عزیز کے مہمان ہیں آپ حقہ پیتے ہیں اور حقہ بہت سے مسلمان پیتے ہیں اور یہ کسی نص کی رو سے حرام بھی نہیں ہے۔ اگر میں نے آپ کو حقہ مہیا کر دیا تو یہ تو بہت ہی سستی مہمان نوازی ہو گئی اور ساتھ ہی میں ایک فرض سے بھی سبکدوش ہو گیا۔" یہ کہہ کر وہ مسکراتے نکل گئے۔

خیر میں نے مولانا صاحب کا شکریہ ادا کیا اور لطیف کو ہمراہ لے کر وہاں سے رخصت ہوا۔ مگر اگلی ساری رات میں مولانا سلام الدین صاحب، ان کی طرز گفتگو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی تعمیل میں ان کی سعی پر غور و فکر کرتا رہا۔ کیا وہ محمدؐ جن کی میں آج تک تحقیر کرتا رہا ہوں اور جن کے متعلق یہ آریہ ہندو گستاخانہ طور پر حرف زنی کرتے ہیں۔ ایسے باریک بین اور مہذب انسان تھے کہ اجنبیوں تک کی تواضع اور مہمان نوازی جیسی معمولی باتیں بھی ان کی نظر میں اتنی اہمیت رکھتی تھیں کہ وہ اپنے آئندہ آنے والے پیروؤں کو ان کی تعمیل کی تاکید فرما گئے ہیں۔ غرض اس اتنے سے اتفاقی اور معمولی واقعہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام کا بیج میرے سابقہ اندھے اور لعنت زدہ قلب کی گہرائی میں بو دیا۔ اور میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جب بھی فرصت ملے گی۔ میں مولانا سلام الدین صاحب کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ تاکہ اسلام کے متعلق مزید واقفیت ان سے حاصل کر سکوں۔

القصہ اب میں نے معمول بنا لیا کہ میں جو کچھ رسالہ "اندر" ستیارتھ پرکاش اور "آریہ مسافر" وغیرہ اخبارات میں دین اسلام کے متعلق پڑھا کرتا تھا وہ ــــ

Marfat.com

اعتراضات مولانا موصوف کے پیش کر کے ان سے بحث شروع کر دیتا اور مولانا صاحب حتی الامکان بڑے تحمل اور مشفقانہ طور پر میری تسلی فرمانے کی کوشش فرمایا کرتے۔ آخر البتہ مجھے احساس ہونا شروع ہو گیا کہ مخالفوں کے جو اعتراضات قرآن مجید اور رسول اکرم کے کردار پر ہیں وہ اتنے وزنی نہیں ہیں جتنے میں اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھتا رہا ہوں اور بہت سے اعتراضات تو محض لچر اور معاندانہ ذہنیت کی اختراع ہیں۔

ایک دن سوال و جواب کی ایک ایسی صحبت میں مولانا صاحب نے فرمایا ـــــ

"برخوردار! تمہاری سمجھ اچھی ہے اردو اور فارسی کی قابلیت بھی تم میں کافی ہے مگر لاعلمی کی وجہ سے تم بہت سے فضول سے سوالات اٹھا کر اپنا بھی وقت تلف کرتے ہو اور میرا بھی۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ پہلے قرآن مجید کا مطالعہ کسی اچھے ترجمہ اور تفسیر کی مدد سے شروع کر دو۔ اس کے بعد اگر کسی مسئلہ کے سمجھنے میں تمہیں دقت معلوم ہو تب مجھ سے پوچھو اس وقت مجھے بھی جواب دینے میں کچھ لطف آئے گا۔"

(الیٰ ان قال)

"میرے عزیز مسلمان طالب علم نوجوانو! میرے مذکورہ بالا حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ذرا سوچو کہ اگر بچپن ہی میں مجھے ایک ملاّ (حضرت مولانا سلام الدین مرحوم و مغفور) کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو آج میرا کیا انجام ہوتا۔ انہیں کے طفیل "حبِّ رسول ص" کا بیج میرے قلب و ذہن میں جا گزیں ہوا اور اسی ایک بیج نے تناور درخت بن کر اپنے پھل کے تیل کی روشنی سے میرے قلب و ذہن کی تمام تاریکیاں دور کر دیں۔ میں اس داڑھی والے ملاّ کا احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتا اور آج پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے آگے التجا کرتا ہوں کہ اگر میرے نامۂ اعمال میں

بھی موجود ہے تو وہ اسے حضرت مولانا اسلام الدین صاحبؒ کے کھاتہ میں درج فرمادیں۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

(منقول از "شہاب" لاہور۔ ۹ راپریل ۱۹۹۱ء)

حضرت مولانا کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ گویا قاسمی خاندان کی ایک شاخ مولانا پر ختم ہوگئی۔ البتہ آپ کی صاحبزادیوں کی ماشاء اللہ کثیر اولاد موجود ہے۔ آپ کے ایک نواسے سیّد محمد داؤد کراچی میں مقیم ہیں۔ دوسرے نواسے سیّد محمود شاہ مرحوم کے بیٹے سیالکوٹ، لاہور وغیرہ میں آباد ہیں۔ تیسرے نواسے حاجی پیرزادہ محمد حسن کراچی ہیں اور چوتھے نواسے پیرزادہ محمد محسن لاہور میں مقیم ہیں۔

آخری دونوں صاحبان پیرجی حفیظ اللہ صاحب شملوی مرحوم (متوفی ۱۹۲۵ء) کے صاحبزادے ہیں۔

تمت

تاریخ تکمیل طباعت تذکرۂ آسلاف ۳۰ رجمادی الاولی ۱۳۸۴ھ
مطابق ۷ ر اکتوبر ۱۹۶۴ء

Marfat.com

تقریظات

متعدد اہلِ علم حضرات نے "تذکرۂ اسلاف" پر طویل تقاریظ تحریر فرمائیں۔ جگہ کی قلت کے باعث ان کا صرف خلاصہ معذرت کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے (ناشر کتاب)

(۱)

(از جناب پروفیسر منظور احسن صاحب عباسی ماڈل ٹاؤن لاہور)

پیرزادہ مولٰنا بہاء الحق قاسمی نے رسالہ "تذکرۂ اسلاف" کی تالیف فرما کر ایک مستقل خانوادہ علمائے اسلام کے تذکرہ کو زندگی دوام بخشی ہے۔

قاسمی خاندان ابتدا ہی سے علم و فضل کے ساتھ سلوک و طریقت کی منازل سے آگاہ اور تعلیم و تعلم کے ساتھ رشد و ہدایت کی راہوں پر گامزن رہا۔ اسی لئے یہ خاندان پیرزادوں کے نام سے مشہور ہوا۔

یوں تو پیرزادوں کا یہ خاندان مختلف بلاد پاک و ہند میں پھیلا ہوا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ کشمیر، سیالکوٹ اور امرتسر اس خاندان کے اکثر علماء کے مولد و مسکن رہے۔

مؤلف کتاب نے اپنی اس کتاب میں اپنے سابقہ وطن امرتسر کے ایسے علماء و فضلاء کے حالات کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اس شہر میں بالخصوص اس خاندان سے فیض علم حاصل کیا۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ خانوادہ قاسمی کے دو بزرگ مولانا پیر امیر الدینؒ قاسمی اور مولانا پیر صدیق اللہؒ قاسمی (کہ دونوں حقیقی بھائی تھے) سب سے پہلے کشمیر سے نقل وطن فرما کر امرتسر آئے۔ اور ایک ہی

Marfat.com

سال یعنی ۱۲۸۰ھ میں یہیں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔ ان دونوں بزرگوں کی اولاد و احفاد اور اُن کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

مؤلف رسالہ نے اپنے بزرگوں کے علاوہ اس خاندان سے مستفیض ہونے والے دوسرے متعدد علماء کا مختصر مگر محتوی تذکرہ بھی کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے بحیثیت مجموعی ایک ایسے بڑے خاندان کے دینی شغف اور اُن کے مخصوص فیوض و برکات کے دائرہ کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جس کے حالات پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

مولانا محمد بہاء الحق قاسمی کی یہ کوشش بلاشبہ مستوجب تحسین اور خود اُن کے اہلِ علم و فضل ہونے کی ایک دلیل ہے۔

منظور احسن عباسی
ماڈل ٹاؤن لاہور

(۲)

از جناب مولانا محمد علم الدین صاحب سالک ایم۔ اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور

محترم مولانا محمد بہاء الحق قاسمی نے تذکرہ اسلاف کے عنوان سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔ جو وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ یہ کتاب ان کے بزرگوں کا تذکرہ اور کشمیر اور امرتسر کی علمی تاریخ کا ایک شاندار مرقع ہے۔

ہمارے ہاں تاریخ نویسی کا عام انداز یہی چلا آتا ہے کہ دربار، درباری رسوم، اہلِ دربار اور درباری زندگی کے مرکزی کردار یعنی بادشاہ کے بارے میں کچھ واقعات جمع کرلئے جائیں اور جنگ و جدل کے خونی مرقع کو ان کے ساتھ شامل کرکے عوام

Marfat.com

کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ یہ اپنی جگہ درست ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے اس دور کی پوری تصویر ہمارے سامنے نہیں آتی۔ اس کے کئی پہلو اور بھی ہیں جنہیں بسا اوقات بالکل نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ان میں اشاعت علوم اور علماء، خانقاہیں اور جماعت خانے خاص طور پر مؤرخین کی توجہ کے مرکز ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ہمارے اخلاق و کردار کی تعمیر اسی قسم کے اداروں سے وابستہ ہے۔ ان ہی مرکزوں سے حق و صداقت کی صدائیں، حرّیت و آزادی کے نعرے بلند ہوئے اور خدمت خلق ایثار و خلوص اور للّٰہیت کی سرشاریاں یہیں سے پیدا ہوئیں۔ مگر جدید تاریخ نویسی میں یہ باب سرے سے غائب ہے۔ اب بعض علماء کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی ہے۔ "تذکرہ اسلاف" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

یہ اگرچہ تذکرہ ایک خاندان کا ہے مگر مولانا نے بعض مشہور علماء و فضلاء پر حواشی لکھ کر اس کو نہایت دلچسپ بنا دیا ہے۔ بعض علماء و صوفیاء کا تذکرہ اتنا اثر انگیز ہے کہ پڑھنے والا ان کے حالات سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تذکرہ دلچسپ، مفید اور عبرت آموز ہے۔ تمام اہل علم کو اس سے استفادہ کرنا چاہئیے۔

(محمد علم الدین سالکؔ)

(۴)

(از جناب پروفیسر محمد شجاع الدین صاحب صدر شعبۂ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور)

میں نے اس دلچسپ کتاب (تذکرۂ اسلاف) کو ایک ہی نشست میں پڑھ لیا اور اسے مفید تاریخی معلومات کا حامل پایا۔ کتاب مذکور اگرچہ مولانا قاسمی کے خاندان کی تاریخ ہے لیکن افراد کی تاریخ بعض اوقات بیحد دلچسپ اور معلومات افزا ہوتی ہے اور کسی دور کی

تاریخ کی حقیقی روح کو سمجھنے کے لئے اس دور کے افراد کے اذکار و اعمال کا مطالعہ بہت سود مند ہوتا ہے۔

مسلمانوں میں ذاتی اور خاندانی تاریخوں کی تسوید و ترتیب کا بیحد رجحان رہا ہے اور انہوں نے اپنے نامور اسلاف کے کارناموں کو آئندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے محفوظ کرنے کی ہمیشہ کوشش کی ہے اور اکثر اوقات ان کوششوں نے نہایت اہم تاریخی ضروریات کو پورا کیا ہے۔

آزادی وطن سے کوئی سو سوا سو سال قبل مسلمانوں کے مقتدر خاندان کشمیر سے امرتسر آگئے تھے ان میں خانوادۂ قاسمیہ بھی تھا۔ مولنٰنا عنایت اللہؒ قاسمی کے دو فرزند حضرت بابا پیر امیر الدینؒ قاسمی اور حضرت پیر صدیق اللہؒ قاسمی تھے۔ اس خاندان کے افراد مولنٰنا عنایت اللہؒ قاسمی کے دادا حضرت شیخ قاسمؒ بہائی کے نام پر قاسمی کہلاتے ہیں امرتسر میں بھی اس خاندان نے اپنی علمی روایات کو قائم رکھا اور اس میں حضرت مولنٰنا مفتی پیر غلام رسولؒ صاحب قاسمی اور حضرت مفتی پیر غلام مصطفےٰؒ صاحب قاسمی جیسے مقتدر بزرگ پیدا ہوئے۔ اگر پاکستان کے دوسرے مقتدر اور تاریخی خاندانوں کے افراد بھی اپنے خاندانوں کی تاریخوں کو احاطۂ تحریر میں لائیں اور اپنے بزرگوں کے علمی آثار کو محفوظ کرلیں تو یہ ایک بہت بڑی تاریخی خدمت ہوگی۔

مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۶۲ء محمد شجاع الدین صدر شعبۂ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور

(۴)

(از جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب قریشی بی۔اے مؤلف "تاریخ اقوام کشمیر" جلد ثالث)

مولنٰنا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی اس بزرگ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ جو

Marfat.com

پشت ہا پشت سے علم و عمل کا گہوارہ چلا آتا ہے۔ اس خاندان کے بزرگ جب تک کشمیر میں رہے، وہاں علم و عرفان کے دریا بہاتے رہے اور جب وہاں سے ہجرت کرکے امرتسر چلے آئے تو یہاں اپنے فطری جوہر دکھانے لگے۔ ہزاروں لوگ اس دولت علم و فضل سے مالا مال ہوئے اور اب مولانا محمد بہاء الحق قاسمی کے ذریعہ یہ فیض لاہور میں جاری ہے۔

مولانا نے مستند حالات کے جمع و ترتیب میں جتنی محنت کی ہے وہ "نام نیک رفتگاں ضائع مکن" کا مصداق اور ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔

۷ فروری ۱۹۶۲ء — محمد عبد اللہ قریشی لاہور

(۵)

(از جناب ڈاکٹر محمد باقر صاحب ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی صدر شعبہ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور)

آج کل کے مادی اور سیاسی دور کی ہماہمی میں آپ نے "تذکرہ اسلاف" لکھ کر بڑا نیک اور مفید کام کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

پاکستان کے عوام کو کچھ ایسے راستے پر ڈال دیا گیا ہے کہ وہ یہ بھی بھول چکے ہیں کہ ان کے اسلاف میں ایسی برگزیدہ شخصیتیں بھی موجود تھیں جن کے سوانح حیات کا مطالعہ دین و دنیا کی فلاح کا موجب بن سکتا ہے اس عمومی تاریکی میں آپ نے "تذکرہ اسلاف" لکھ کر شمع ہدایت روشن کی ہے۔ اردو زبان میں یہ کتاب مغتنمات میں شمار ہوگی۔

میں آپ کی اس عنایت کے لئے بیحد ممنون ہوں کہ آپ نے بزرگانہ شفقت سے ہمارے کرمجھ جیسے عاجز کو اس قیمتی کتاب کا ایک نسخہ عنایت فرمایا اس کے لئے میں مکرر تشکر ادا کرتا ہوں۔

محمد باقر۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۲ء

(مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی کے نام ڈاکٹر صاحب موصوف کے ایک گرامی نامہ کا خلاصہ)

Marfat.com

قطعۂ تاریخ طباعت تذکرۂ اسلاف بار اوّل

نتیجۂ فکر جناب ابو طاہر فدا حسین صاحب فدا مدیر ماہنامہ "پھر وماہ" لاہور

تذکرہ اسلاف کا ہے فصل و خال — علم و عرفاں کا ہے نوری آئینہ
اس کے اک اک حرف میں شرع نبیؐ — نقطہ نقطہ ہے بنائے لَآ اِلٰہ
معدنِ علم و ہنر اس کو کہوں — یا کہ انوارِ حِکَم کی جلوہ گہ
ہیں مرتّب اس کے میرے محترم — پیرزادہ قاسمی ذی مرتبہ

فکر تاریخ طباعت پر فدا
بولا ہاتف، چھپ گیا ہے تذکرہ

۱۳۸۱ھ

قطعۂ تاریخ طباعت بار دوم

از جناب پروفیسر منظور احسن صاحب احسن عباسی

جناب قاسمی نے جو لکھا ہے — یہ نادر تذکرہ اسلاف کا ہے
مقاصد کی ہوئی تشریح دلتصدیق — چھپا ہے بار دیگر بعد تحقیق
ہوئی تاریخ احسن نے جو کی فکر — بزرگانِ بہاء الحق کا ہے ذکر

۱۳۸۴ھ

سنِ عیسوی | مستحسن طیّب تذکرہ

۱۹۶۴ء

(از حکیم محمد موسیٰ صاحب)

Marfat.com

فہرست عنوانات و مضامین تذکرۂ اسلاف

عنوان و مضمون	صفحہ
تبصرہ بر تذکرہ و قطعہ تاریخ وفات سید ہاشمی صاحب مرحوم	۳ تا ۴
حمد و صلوٰۃ اور وجہ تالیف	۵ تا ۹
شجرۂ منقولہ سید بہاء الدین نقشبندی	۱۰ تا ۱۱
تاریخ اعظمی	۱۲ تا ۱۴
تاریخ کبیر کشمیر	۱۴ تا ۱۵
تصنیفات فوق صاحب مرحوم	۱۵ تا ۱۶
قلمی کتابیں اور ان کے مصنفین	۱۶ تا ۱۸
ملّا، بابا، پیرزادہ اور شاہ	۱۸ تا ۲۰
اجمالی تعارف	۲۱ تا ۲۲
حضرت مولنا جمال الدین بڈشاہی	۲۳ تا ۳۳
حضرت مولنا جمال الدین سیالکوٹی	۳۴ تا ۴۴
مولنا سیالکوٹی اور شاہ جمال لاہوری	۴۵ تا ۴۷
قطعات تاریخ وفات مولنا سیالکوٹی	۴۸
مولنا ابوالقاسم جمالی	۴۹ تا ۵۲
مولنا قاضی محمد عارف	۵۳ تا ۵۶
مولنا العلامہ کمال الدین سیالکوٹی	۵۷ تا ۵۷

Marfat.com

عنوانِ مضمون	صفحہ
حکیم دانا مولانا محمد رضاؒ	۷۶ تا ۷۸
مولانا قاضی عبدالرحیمؒ	۷۹
حضرت شیخ محمدؒ بہائی	۸۰ تا ۸۱
قاسمی خاندان	۸۲ تا ۸۷
شیخ اسمٰعیلؒ بہائی و برادران الشیال	۸۸ تا ۹۰
شیخ سعد باباؒ احمد اکدلی	۹۱ تا ۹۳
حضرت شیخ محمد قاسمؒ بہائی	۹۴ تا ۹۶
مولانا ہدایت اللہؒ قاسمی و مولانا عنایت اللہؒ قاسمی	۹۷
بابا پیر امیر الدینؒ قاسمی و پیر صدیق اللہؒ قاسمی	۹۷ تا ۹۸
پیر عبدالعزیزؒ قاسمی و پیر عبدالقدوسؒ قاسمی	۹۹
مولانا مفتی پیر غلام رسولؒ صاحب قاسمی	۱۰۰ تا ۱۱۶
قطعات تاریخ وفات مفتی صاحبؒ موصوف	۱۱۶ تا ۱۱۷
مفتیؒ صاحب موصوف کے اساتذہ کرامؒ	۱۱۷ تا ۱۲۶
مفتیؒ صاحب موصوف کے تلامذہ و اولاد	۱۲۶ تا ۱۳۵
مولانا پیر احمد اللہؒ قاسمی و پیر عبدالرحمٰنؒ قاسمی	۱۳۶ تا ۱۳۸
مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰؒ صاحب قاسمی	۱۴۰ تا ۱۵۱
مفتی غلام مصطفےٰؒ صاحب قاسمی کے تلامذہ	۱۵۱ تا ۱۶۹
آپ کی ازدواج و اولاد	۱۶۹ تا ۱۷۰

صفحہ	عنوان و مضمون
۱۷۱ تا ۱۷۳	مولٰنا پیر غلام محی الدینؒ صاحب قاسمی
۱۷۳ تا ۱۷۴	قطعاتِ تاریخ وفات مولٰنا موصوف رح
۱۷۵ تا ۱۸۰	مولٰنا پیر سلام الدینؒ صاحب قاسمی
ص۱۷۶ کے بعد	شجرۂ خاندان قاسمی بطور ضمیمہ
۱۸۱ تا ۱۹۲	تقریظات قطعات تاریخ طباعت تذکرۂ اسلاف فہرست مضامین فہرست ضمنی تذکرے تصحیح اغلاط

ضمنی تذکرے و مضامین

عنوان و مضمون	صفحہ	عنوان و مضمون	صفحہ
لفظ "بھائی" کی نسبت ایک توضیح	۲۱ تا ۲۲	شیخ نصر بابا فتح اللہؒ کشمیری اور ان کے صاحبزادگان	۳۴ تا ۳۵
سید علیؒ ہمدانی کا تذکرہ اور آپ پر اعتراض کی تردید	۲۸ تا ۲۹	شیخ نور الدینؒ ولی، بابا نصیبؒ و شیخ اسمٰعیلؒ چشتی	۳۶
مولٰنا محمد الدینؒ لاہوری	۳۲	بابا داؤدؒ مشکواتی	۴۲

Marfat.com

صفحہ	عنوان
۴۶ تا ۵۰	قاضی موسیٰ شہید
۵۱	بابا مسعود نروری
۵۲	مولانا محمد انور شاہ کشمیری
۵۳	حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی
۵۸	حضرت مجدد سرہندی و مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی
۶۴	مولانا جمال الدین تلہ لاہوری
۶۸ تا ۶۹	نواب علامی سعد اللہ خان
۶۹ تا ۷۱	علامہ شیخ یعقوب صرفی کشمیری
۷۱ تا ۷۲	حضرت بابا داؤد خاکی رر
۷۲ تا ۷۳	ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی مرحوم
۷۴	خواجہ حسن شعری کشمیری مرحوم
۷۶	ملا حبیب اللہ کشمیری (میر عدل)
۷۷ تا ۷۸	فوق صاحب مرحوم کا ایک مضمون
۷۹	مولانا قاضی عبدالرحیم کشمیری
۸۱	بابا اسمٰعیل انجاری، خواجہ ابوالفتح کلو، خواجہ حبیب اللہ لقو رحمہم اللہ
۸۴	"تاریخ اقوام کشمیر" کی ایک غلطی کا ازالہ
۸۵	ایک اور غلطی کی تصحیح
۸۸	حضرت خواجہ عبداللہ سرہندی
۸۹	حضرت شیخ محمد فاضل کشمیری
۹۰	میر سعد اللہ خان شاہ آبادی کشمیری
۹۱ تا ۹۲	حضرت شیخ فیض اللہ زرگر کشمیری
۹۲	نواب الوالبرکات مرحوم گورنر کشمیر
۹۴	شیخ صالح خان عرف خانملو کشمیری
۱۰۰ تا ۱۰۱	کتاب "الالہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح"
۱۰۸ تا ۱۰۹	مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی
۱۱۴	پیر عبدالغفار شاہ کے مرشد کے نام کی تصحیح

Marfat.com

عنوان و مضمون	صفحہ	عنوان و مضمون	صفحہ
علامہ حافظ دراز صاحب پشاوری افغانی تھے یا پنجابی؟	۱۲۱ تا ۱۲۵	مولنا سید میرک شاہ اندرابی کشمیری دام مجدہٗ	۱۳۷
مولنا مفتی صدر الدین رح صدر الصدور کشمیری دہلوی	۱۲۵	خواجہ غلام محی الدین صاحب ایڈوکیٹ امرتسری مرحوم	۱۴۲
مولنا غلام احمد اخگر امرتسری مرحوم	۱۳۳	سید ضیاء الدین اندرابی مرحوم	۱۵۴
سید عبد المجید شاہ صاحب مرحوم	۱۳۵	مولنا محی الدین یا اندرابی کشمیری رح	۱۶۲
علامہ سید سعید الدین رح اندرابی کشمیری	۱۳۷	ایک مغالطہ	۱۶۳
		میانی قبرستان کی وجہ تسمیہ	۱۷۵

تصحیح اغلاط

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
...	۱۸۹۶ء	۱۷	آخری	وتخصیص	وتخصیص سنین	۱۵۲	۱۰
پرتارگاں	پیرزادگاں	۲۰	۶	اشجاعۃً	اشخاعۃً	۱۷۱	۹
مرقوم ں	مرقوم ہیں	۳۳	۱۳	تیمیم	تیمم	״	آخری
است	راست	۵۲	۸	گی	کی	۱۷۳	۱۲
زلیچا	زبیخا	۱۱۶	۱۳	جشش	جنبش	۱۷۴	۱۳
تبجج	مسخ	۱۲۴	۱ و ۲	×	در رسید	״	۱۴
سنہ ۱۹۵۰ء	سنہ ۱۹۴۸ء	۱۴۲	۶				
مدظلہٗ العالی	مدظلہ العالی	۱۴۳	۱۰				

(تصحیح کنندہ حکیم محمد موسیٰ)

تذکرۂ اسلاف

از محمد بہاء الحق قاسمی

خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور

Marfat.com